ماہنامہ
نقیبِ ختمِ نبوت ملتان

۵ ربیع الثانی ۱۴۲۸ھ ——— مئی ۲۰۰۷ء

شاہ ولی اللہؒ کا نظریۂ تقلید

مولانا عبید اللہ سندھیؒ اور مسئلہ نزولِ مسیحؑ

اکابرِ احرار عدالت کے کٹہرے میں

حکومت اور پیپلز پارٹی کی ڈیل

نورِ ہدایت

القرآن

امن و سلامتی

''جو لوگ ایمان لائے اور اپنے ایمان کو ظلم سے مخلوط نہیں کیا' اُن کے لیے امن ہے اور وہی ہدایت پانے والے ہیں۔'' (انعام:۸۱)

الحدیث

نیکی اور گناہ

''نیکی حسنِ خلق کو کہتے ہیں۔اور گناہ وہ چیز ہے جو تیرے دل میں کھٹکے اور تو اِسے ناپسند کرے کہ لوگوں کو اس کی خبر ہو۔'' (مسلم)

الآثار

ختمِ نبوت: انسانیت کے لیے رحمت

''سلسلۂ نبوت کے خاتمے سے انسانی صلاحیتیں اور قوتیں اس خطرے سے محفوظ ہو گئیں کہ تھوڑے تھوڑے وقفے اور دور کے فاصلے پر ایک نئے نبی یا دعوت کا ظہور ہو، اور وہ سارے ضروری کام چھوڑ کر اس کی حقیقت معلوم کرنے اور اس کی تصدیق و تکذیب کا فیصلہ کرنے میں لگ جائیں۔ اس طرح محدود انسانی قوت کو اس روز روز کی مشغولیت اور آزمائش سے بچا لیا گیا۔ اگر سلسلۂ نبوت قائم' اور مزید قوانین اور جدید تعلیمات و ہدایات کے حصول کے لیے زمین کا آسمان سے رشتہ باقی رہتا اور تھوڑے تھوڑے عرصے کے بعد کوئی نبی یہ دعویٰ لے کر اٹھتا رہتا کہ اللہ اس خطاب کرتا ہے' اس کی طرف وحی آتی ہے اور وہ تبلیغ رسالت پر مامور کیا گیا ہے' تو وہ اپنے منکرین کو کافر قرار دیتا اور ان سے خوفناک جنگیں کرتا' جس میں مطلق کسی رعایت اور فرق و استثناء کی گنجائش نہ ہوتی اور دنیا میں پھیلی ہوئی امت میں سے کاٹ کر سینکڑوں یا ہزاروں یا چند لاکھ افراد پر مشتمل ایک چھوٹی سی ریاست بنا لیا کرتا۔ اس طرح ہر تھوڑی مدت بعد اور اس وسیع دنیا کے کسی مقام پر پیدا ہونے والے مدعیانِ نبوت کے بارے میں لوگ فیصلوں میں ہی الجھ کر رہ جاتے۔ ان مدعیانِ نبوت میں کچھ دماغی مریض اور مخبوط الحواس ہوتے' کچھ پیشہ ور اور دکاندار قسم کے' کچھ ہوشیار لوگوں اور حکومتوں کے اغراض کے آلۂ کار' کچھ علم کی کمی اور عبادت و مجاہدہ کی کثرت کے سبب سے تلبیساتِ شیطانی اور فریبِ نفس کے شکار' یہ سب قسمیں ان مدعیوں میں پائی گئی ہیں' جن کا ازمنۂ سابقہ میں ظہور ہوا اور عقلِ انسانی' زندگی کا وسیع تجربہ' نفسیاتِ انسانی کا وسیع مطالعہ' سیاسیات اور حکومتوں کے وسیع مقاصد کا علم اب بھی ان کو بعید از قیاس اور ناممکن قرار نہیں دیتا' بلکہ علم جدید اور وسیع تجربے کی روشنی میں ان کو سمجھنا اور آسان ہو گیا ہے۔''

(مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ ۔ ''منصبِ نبوت اور اس کے عالی مقام حاملین'')

ماہنامہ
نقیبِ ختمِ نبوت ملتان

جلد 18 شمارہ 5 ربیع الثانی 1428ھ — مئی 2007ء

Regd.M.NO.32, I.S.S.N.1811-5411

بیاد ——
سید الاحرار حضرت امیرِ شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ

بانی ——
ابنِ امیرِ شریعت سید عطاء المحسن بخاری رحمۃ اللہ علیہ

زیرِ سرپرستی ——
حضرت مولانا خواجہ خان محمد مدظلہ
ابنِ امیرِ شریعت حضرت پیر جی سید عطاء المہیمن بخاری

مدیر مسئول ——
سید محمد کفیل بخاری

معاون مدیر ——
شیخ حبیب الرحمٰن بٹالوی

رفقائے فکر ——
پروفیسر خالد شبیر احمد
عبداللطیف خالد چیمہ، سید یونس الحسنی
مولانا محمد مغیرہ، محمد عمر فاروق

آرٹ ایڈیٹر ——
محمد الیاس میرانپوری

ilyas_miranpuri@yahoo.com
ilyasmiranpuri@gmail.com

سرکولیشن منیجر ——
محمد یوسف شاد

زرِ تعاون سالانہ
اندرون ملک —— 150 روپے
بیرون ملک —— 1500 روپے
فی شمارہ —— 15 روپے

ترسیلِ زر بنام: نقیبِ ختمِ نبوت
اکاؤنٹ نمبر 5278-1
یو بی ایل چوک مہربان ملتان

رابطہ: دارِ بنی ہاشم مہربان کالونی ملتان
☎061-4511961

تشکیل

دل کی بات	اداریہ	مدیر	2
دین و دانش:	شاہ ولی اللہ کا نظریہ تقلید	مولانا توقیر احمد ندوی	4
//	سیدہ امامہ بنت ابی العاص رضی اللہ عنہا	ماخوذ	10
ردِّ قادیانیت:	مولانا عبیداللہ سندھیؒ اور مسئلہ نزولِ مسیح علیہ السلام	سید عطاء المحسن بخاریؒ	12
//	کیا مرزا قادیانی نے نبوت کا دعویٰ کیا تھا؟	سید عطاء المحسن بخاریؒ	15
شاعری:	حمد: اللہ کا بن	ڈاکٹر امتیاز احمد عباسی	20
//	نعت	سید حباب ترمذی	21
//	ایک یہودی ربی اپنے پیروکاروں سے	عادل یزدانی	22
//	(نظم) جنرل مشرف کے نام: سید کاشف گیلانی	غزل: ڈاکٹر عتبان محمد چوہان	23
افکار:	حالات کس طرف جا رہے ہیں؟	سید محمد معاویہ بخاری	24
//	حکومت اور پیپلز پارٹی کی ڈیل: اندرونی کہانی	یاسر محمد خان	28
//	بت ہم کو کہیں کافر......	قاری مجیب الرحمٰن	32
//	نفاذِ اسلام اور پاکستان	حکیم حافظ محمد قاسم	38
بازگشت:	اکابرِ احرار عدالت کے کٹہرے میں	پروفیسر خالد شبیر احمد	40
انتخاب:	امریکہ پر دہشت گرد حملے کیوں ہوئے؟	ڈیوڈ ڈیوک / پروفیسر مختار	43
//	گوانتاناموبے جیل: تازہ ہوا، روشنی مگر قرآن کی آوازیں بلند	بی بی سی رپورٹ	49
حسنِ انتقاد:	تبصرۂ کتب	حافظ محمد اکمل، محمد الیاس، کفیل بخاری، یوسف شاد	50
اخبار الاحرار:	مجلس احرار اسلام کی تنظیمی سرگرمیاں	ادارہ	53
ترحیم:	مسافرانِ آخرت	ادارہ	61

ای میل ایڈریس
majlisahrar@hotmail.com
majlisahrar@yahoo.com

تحریکِ تحفظِ ختمِ نبوت شعبۂ تبلیغ مجلسِ احرارِ اسلام پاکستان

مقامِ اشاعت: دارِ بنی ہاشم مہربان کالونی ملتان ناشر: سید محمد کفیل بخاری طابع: تشکیل نو پرنٹرز

Dar-e-Bani Hashim, Mehrban Colony, Multan.(Pakistan)

دل کی بات

''دیکھئے رہتا ہے کس کے ہاتھ میدانِ بہار''

مقنّنہ، عدلیہ اور انتظامیہ کسی بھی ریاست کے بنیادی ستون ہوتے ہیں۔ قانون سازی، قانون کی تشریح اور قانون پر عمل درآمد سے ہی ریاست کا وجود قائم رہتا ہے۔ دنیا کی تاریخ یہی بتلاتی ہے کہ جس ریاست کے یہ ستون گر جائیں اس کی عمارت بھی محفوظ نہیں رہتی۔

بدقسمتی سے مملکتِ خداداد پاکستان میں ہمیشہ سے اِنھی تینوں اداروں کو کوتباہ و برباد کرنے کی سازشیں ہوتی آئی ہیں۔ سکندر مرزا، ایوب خان سے لے کر جنرل پرویز مشرف تک ایک ہی سلسلے کی کڑیاں بکھری پڑی ہیں۔ طوائف الملوکی، ناانصافی اور ظلم ان اداروں کی پہچان بنا دیئے گئے۔ نتیجتاً گزشتہ ساٹھ برسوں سے وطن عزیز ''بحرالبحران'' میں ہی ڈبکیاں لے رہا ہے۔ یہ محض اللہ تعالیٰ کا کرم ہے کہ طوفانوں کے موت آسا ہچکولوں کے باوجود میرا پیارا وطن قائم دائم ہے:

سوہنی دھرتی اللہ رکھے قدم قدم آباد

وطن عزیز میں جب بھی فوجی آمریت نے سول جمہوریت سے معانقہ کرنے کی کوشش کی اُسے ناکامی کا منھ دیکھنا پڑا۔ یہی معانقہ اس کے زوال کا سرآغاز ہوتا ہے پھر اقتدار کی ناؤ ڈولنے لگتی ہے، کوئی تدبیر کارگر نہیں ہوتی اور کوئی کنارہ نہیں ملتا' جہاں کشتی ٹھہر جائے۔ ایوب خان، یحییٰ خان اور ضیاء الحق اس تاریخ کی عبرت ناک مثالیں ہیں۔

۹/مارچ ۲۰۰۷ء پاکستان کی سیاست میں ایک اور بڑی تبدیلی کی تاریخ ہے۔ جب جنرل پرویز نے چیف جسٹس مسٹر افتخار چودھری کے خلاف سپریم کورٹ میں صدارتی ریفرنس داخل کیا۔ جس کی سماعت کے لیے سپریم جوڈیشل کونسل تشکیل دی گئی۔ چیف جسٹس کو غیر فعال کر دیا گیا۔ دو مہینوں میں لحہ بہ لحہ حالات بدل رہے ہیں۔ قائم مقام چیف جسٹس رانا بھگوان داس نے عنقریب قوم کو خوشخبری دینے کا عندیہ ظاہر کیا ہے۔ چیف جسٹس مسٹر افتخار چودھری سندھ اور سرحد کے دورے کر چکے ہیں۔ سکھر اور پشاور میں وکلاء اور ججوں نے جس انداز میں اُن کا استقبال کیا اور فاضلانہ خطاب سنا' وہ پاکستان کی تاریخ کا اہم واقعہ ہے۔ ان اجتماعات میں چیف جسٹس کی تقاریر بھی کسی آنے والے طوفان اور تبدیلی کی غماز ہیں۔ خود صدر پرویز اس بات کا اقرار کر چکے ہیں کہ اس ریفرنس سے ہمیں نقصان ہوا ہے۔ وہ طاقتیں جو صدر کو اقتدار میں لائی تھیں' وہی اب اُن سے کنی کترا رہی ہیں اور جناب پرویز کو ایسے مقام پہ لا کھڑا کیا ہے کہ واپسی کا راستہ بھی سجھائی نہیں دیتا۔

۱۱/ستمبر ۲۰۰۱ء کے بعد صدر پرویز نے ایک یوٹرن لیا تھا۔ جس کے نتیجے میں عالمی سامراج کو افغانستان کے خلاف مکمل تعاون فراہم کیا۔ دہشت گردی کے خلاف مشترکہ کوششیں کی گئیں۔ کچھ عرصہ پہلے تک تو امریکہ یہی کہتا رہا ہے

کہ پاکستان ہمارا بہترین پارٹنر اور جنرل پرویز قابل اعتماد دوست ہیں۔ مگر اب صدر پرویز سی این این کو اپنے ایک انٹرویو میں فرما رہے ہیں:

’’سرحدی علاقوں میں اتحادی افواج کے ساتھ مل کر مشترکہ آپریشن مسترد کرتا ہوں۔ اگر امریکہ کو ہم پر اعتماد نہیں تو عالمی اتحاد سے الگ ہو جائیں گے۔‘‘

صدر پرویز اب مزید امریکی مطالبات پورے کرنے سے ہچکچا رہے ہیں۔ اور امریکہ پاکستان میں نئے منظر اور تبدیلی کا اہتمام کر رہا ہے۔ پاکستان کے دو سابق جلاوطن وزراء اعظم آج کل ’’سریع الحرکت‘‘ سیاسی سرگرمیوں میں مصروف ہیں۔ مسٹر نواز شریف نے چند ماہ قبل لندن میں آل پارٹیز کانفرنس کا اہتمام کرنا چاہا مگر بے نظیر زرداری نے اس کھیل کو ناکام بنا دیا۔ حکومت نے چیف جسٹس کو غیر فعال کیا تو غیر فعال اپوزیشن فعال ہوگئی۔

بے نظیر...... صدر پرویز کی ڈھیل سے ڈیل تک پہنچنے کے جتن کر رہی ہیں۔ مذہبی قوتوں کے خلاف خوب زبان چلا کر وہ ایک طرف تو امریکہ کو وفاداری کا یقین دلا رہی ہیں اور دوسری طرف جنرل پرویز سے میل ملاپ کر کے ایوانِ اقتدار تک پہنچنے کی راہیں تلاش کر رہی ہیں۔

نواز شریف...... ہارے ہوئے سیاسی جواری ہیں۔ اُن کی نگاہیں اُنھی لوگوں پر مرکوز ہیں جو بے نظیر مخالف ہیں یا سیاست میں مذہب کی نمائندگی کرتے ہیں۔

اس صورت حال میں متحدہ مجلس عمل کی اہمیت اور بڑھ رہی ہے۔ چودھری صاحبان اور نواز شریف‘ دونوں کی امیدوں کا سہارا مجلس عمل ہے۔ مجلس اس دلچسپ صورت حال سے کیسے لطف اندوز ہوتی ہے۔ یہ اس کی قیادت کی قابلیت وصلاحیت یا اسٹیبلشمنٹ کی منصوبہ بندی پر موقوف ہے۔ اگرچہ مجلس عمل نے بے نظیر کے بغیر گرینڈ سیاسی الائنس کا مشورہ بھی نواز شریف کو دے دیا ہے:

خار و گل دونوں کو اپنے بانکپن پہ ناز ہے
دیکھیے رہتا ہے کس کے ہاتھ میدانِ بہار

چیف جسٹس کا بحران، جامعہ حفصہ کا معاملہ، امریکی سرپرستی میں کمی، سیاسی گرگوں کی تیزیاں اور پھرتیاں موجودہ حکمرانوں کے زوال ہی کی پیش گوئیاں ہیں۔ اقتدار کی رسی حکمرانوں کے ہاتھوں سے نکلتی چلی جارہی ہے اور بحرانوں سے بچاؤ کی تدبیر کا کوئی سرا خزاں رسیدہ حکمرانوں کے ہاتھ نہیں آرہا۔ لیکن......:

بہلا رہے ہیں اپنی طبیعت خزاں نصیب
دامن پہ کھینچ کھینچ کے نقشہ بہار کا

جانے والے تو جا ہی رہے ہیں خدا کرے کہ آنے والا کوئی اچھا انسان ہو جو دین کے ساتھ مخلص ہو، وطن کا وفادار ہو اور قوم کا خیر خواہ ہو۔ جو مقننہ کے وقار کو بحال کر دے، عدل قائم کر دے اور ظلم کو ختم کر کے امن کا داعی بن جائے۔

مولانا توقیر احمد ندوی
رفیق دارالمصنفین، شبلی اکیڈمی، اعظم گڑھ (انڈیا)

شاہ ولی اللہ دہلویؒ کا نظریۂ تقلید

اعتدال وتوسط شاہ ولی اللہ دہلوی محدثؒ کا وہبی اور تجدیدی امتیاز ہے۔ یہی امتیاز اجتہاد وتقلید کے باب میں بھی کارفرما ہے۔ وہ تقلید کے خلاف نہیں تھے مگر اندھی تقلید کے بھی قائل نہ تھے۔ انھوں نے مسلمانوں کے مختلف علمی اور فقہی طبقوں کے افکار میں تطبیق کی کوشش کی اور مختلف فیہ مسائل میں الجھنے کے بجائے متفق علیہ مسئلوں کی طرف لوگوں کو لانے کی جدوجہد کی۔

دراصل شاہ صاحب نے جس دور میں ہوش سنبھالا' اس وقت دو طرح کے گروہ سرگرم تھے۔ ایک طرف وہ لوگ تھے جو ہر خاص وعام مسلمان کو براہِ راست کتاب وسنت پر عمل کرنے اور ان ہی سے ہر معاملہ میں رہنمائی حاصل کرنے کی دعوت دیتے تھے۔ اور دوسری طرف وہ لوگ تھے جو ان غیر مقلدین کو فاسق وضال گردانتے تھے اور سب کے لیے تقلید کو ضروری خیال کرتے تھے۔ مگر شاہ صاحب نے جو مسلک اختیار کیا' وہ شریعت سے قریب تر تھا۔ انھوں نے چوتھی صدی ہجری سے قبل تک جو عمل رائج تھا' اس کی تجدید کی کوشش کی۔ ''عقدالجید'' میں رقم طراز ہیں:

> **ان الامة اجتمعت علی ان یعتمدوا علی السلف فی معرفة الشریعة فالتابعون اعتمدوا فی ذلک علی الصحابة وتبع التابعین اعتمدوا علی التابعین. وھکذا فی کل طبقة اعتمد العلماء علی من قبلھم. (ص۵۴)**

> ''شریعت کے معاملات میں امت بالاتفاق سلف پر اعتماد کرتی آئی ہے۔ تابعین' صحابہؓ پر اور تبع تابعین پر اعتماد کرتے رہے ہیں۔ اسی طرح سے ہر طبقہ نے اپنے سے قبل کے علماء پر اعتماد کیا۔''

ائمہ اربعہ سے قبل دوسری صدی کے آخر تک تقلید کا یہی انداز رہا۔ صحابہؓ وتابعینؒ میں بھی یہی عمل رائج تھا۔ شاہ صاحب لکھتے ہیں:

> ''چار مذہبوں کے ظہور سے قبل تک یہی معمول رہا ہے کہ کسی بھی عالم کی تقلید کی جاتی تھی، کسی بھی معتبر آدمی نے اس پر انکار نہیں کیا۔ اور اگر یہ تقلید باطل ہوتی تو وہ لوگ ضرور اس پر اعتراض کرتے۔'' (''عقیدالجید''۔ ص ۵۰)

مگر تقلید کے وقت اعتقاد بالکل نہیں رکھنا چاہیے کہ ہم جس امام کی تقلید کر رہے ہیں' وہی صحیح ہے اور وہ امام دیگر اماموں پر مطلقاً فضیلت رکھتا ہے۔ شاہ صاحب اپنی مذکورہ بالا کتاب میں فرماتے ہیں:

> ''تقلید کے صحیح ہونے کے لیے بالاجماع یہ اعتقاد رکھنا ضروری نہیں کہ ہمارا امام تمام دیگر ائمہ پر مطلقاً فضیلت رکھتا ہے۔ کیوں کہ صحابہ کرام اور تابعین یہ عقیدہ رکھتے تھے کہ پوری امت میں افضل حضرت ابوبکر

صدیقؓ پھر حضرت عمرؓ ہیں۔ پھر بھی وہ لوگ بہت سے مختلف فیہ مسائل میں ان کے علاوہ کی تقلید کرلیا کرتے تھے اور کسی نے اس پر انکار بھی نہیں کیا۔ لہٰذا یہ اجماعی مسئلہ ہوا'' (ص ۱۰۳)

شاہ صاحب نے مذاہب اربعہ (حنفی، مالکی، شافعی، حنبلی) کو اختیار کرنے اور ان کو ترک کرنے کے موضوع کو اتنی اہمیت دی ہے کہ **عقد الجید فی احکام الاجتھاد و التقلید** میں **تاکید الاخذ بھذا المذاھب الاربعة والتشدید فی ترکھا والخروج عنھا** کے عنوان سے ایک مستقل باب قائم کیا ہے اور مذاہب اربعہ کو اختیار کرنے کی تاکید اور اس کو ترک کرنے کی شدت سے نہ صرف مخالفت کی ہے بلکہ اس کے عظیم فوائد اور بڑی مصلحتیں بھی بیان کی ہیں۔ چنانچہ لکھتے ہیں:

''مذاہب اربعہ کو اختیار کرنے میں بڑی مصلحت ہے اور ان کو ترک کردینے میں بڑے فساد کا خطرہ ہے:

''**اعلم ان فی الاخذ بھذہ المذاھب الاربغة مصلحة عظیمة وفی الاعراض عنھا کلھا مفسدة کثیرة**'' (''عقد الجید''۔۵۳)

اس کے مختلف اسباب بھی بیان کیے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ اس بات پر اتفاق ہے کہ شریعت کے احکام جاننے کے لیے سلف پر اعتماد کیا جائے۔ آثار بھی شاہد ہیں کہ اسی پر عمل ہوتا آیا ہے۔ اپنے ماقبل پر اعتماد استنباط میں بھی ممد ومعاون ہے۔ نقل کی اس سے بہتر صورت اور کیا ہوسکتی ہے کہ ہر طبقہ اپنے ماقبل طبقہ سے متصل رہے اور اس پر اعتماد کرے۔ استنباط کے لیے یہ ضروری ہے کہ سلف کے مذاہب صحیح طور پر معلوم ہوں تاکہ ان کے اقوال سے ہٹنے کی بنا پر اجماع سے انحراف لازم نہ آئے اور ان کے اقوال پر اعتماد کرنے میں اپنے امکان بھر جد وجہد کرے۔

شاہ صاحب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا قول ''**اتبعو السواد الاعظم**'' نقل کرکے رقم طراز ہیں کہ چوں کہ سچے مذاہب ان چار کے علاوہ مفقود ہیں تو ان مذاہب کا اتباع ہی سواد اعظم (بڑی جماعت) کا اتباع ہے اور ان سے باہر نکلنا سواد اعظم سے انحراف ہے (عقد الجید۔ص ۵۶) مزید آگے فرماتے ہیں چوں کہ ہمارا زمانہ عہدِ رسالت (صلی اللہ علیہ وسلم) سے بہت دور ہے، اس میں امانتیں ضائع ہونے لگی ہیں، ان بنا پر ظالم قاضیوں یا نفس پرست مفتیوں کے اقوال پر اس وقت تک اعتماد کرنا جائز نہیں، جب تک کہ وہ صراحت کے ساتھ اپنی بات کی نسبت سلف میں سے کسی ایسے مشہور شخص کی طرف نہ کریں۔ جس کی صداقت، امانت اور ذہانت کا چرچا ہوچکا ہو اور نہ کسی ایسے شخص پر اعتماد جائز ہے۔ جس کے بارے میں معلوم ہو کہ وہ اجتہاد کے شرائط کا جامع نہیں ہے۔ شاہ صاحب امام بغوی محدث کے حوالے سے ''عقید الجید'' میں لکھتے ہیں:

''جو شخص شرائط اجتہاد کا جامع نہ ہو، اس کے لیے واجب ہے کہ پیش آنے والے مسائل میں مجتہد کی تقلید کرے۔'' (ص ۱۴۱)

کیوں کہ جب عالم میں اجتہاد مفقود ہوں تو خود اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ کسی مجتہد کی تقلید کرے۔ شاہ صاحب فرماتے ہیں:

''جب علماء میں یہ باتیں نہ پائی جائیں تو ان کی تصدیق نہیں کی جاسکتی۔ اسی کی طرف حضرت عمر بن الخطابؓ نے بھی اپنے ارشاد میں اشارہ فرمایا ہے کہ منافق کا قرآن سے جدال، اسلام کی دیواروں کو ڈھادے گا اور عبداللہ بن مسعودؓ نے بھی فرمایا کہ جس کو اتباع کرنی ہے، وہ سلف کا اتباع کرے۔'' (''عقید الجید''۔ص ۵۸)

اگرچہ شاہ صاحب مذاہب اربعہ کواختیار کرنے کی تلقین کرتے ہیں مگر اس پر بھی زور دیتے نظر آتے ہیں کہ تقلید میں اعتدال کی راہ اختیار کرنی چاہیے۔انھوں نے تقلید کے ساتھ یہ شرط لگادی ہے کہ عمل کے وقت ذہن صاف اور نیت درست ہونی چاہیے اوراس کا بھی خیال رکھنا چاہیے کہ اصل مقصد محض رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع و پیروی ہے اور جس شخص پر وہ اعتماد کررہا ہے'اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ شخص کتاب وسنت کا ماہراور شریعت اسلامی کا ترجمان ہے۔لیکن یہ تقلید موقت ہوگی۔کیوں کہ اس مسئلہ میں جب کوئی صحیح حدیث یا معتبر دلیل اس مذہب کے خلاف اسے مل جائے گی تو اس کے لیے ترک تقلید ضروری ہوگا۔ان کے نزدیک اگر دو برابر درجہ کے مجتہدین کا بیان کردہ مسئلہ باہم مختلف ہوتو صحیح تر قول یہی ہے کہ مقلد کو دونوں میں اختیار ہے کہ ان میں سے جس پر چاہے'عمل کرے۔

شاہ صاحب اپنی مشہور زمانہ تصنیف ''حجۃ اللہ البالغۃ'' میں فرماتے ہیں:

''تمام امت کا یا ان میں سے قابل اعتماد افراد کا ان چاروں مذاہب کی تقلید پر اتفاق رہا ہے۔ان ہی میں سے وہ جس پر چاہے عمل کرے۔'' (۱/۲۷۳)

وہ اعتدال اور میانہ روی پر مستقل باب قائم کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

''ہم نے افراط وتفریط کے درمیان کی جو راہ بیان کی ہے'مذاہب اربعہ کواختیار کرنے والے تمام جمہور علماء نے اسی کواختیار کیا اور ائمہ مذاہب نے اپنے اصحاب کواسی کواختیار کرنے کی وصیت کی۔الیواقیت والجواہر میں شیخ عبدالوہاب امام ابوحنیفہ سے روایت نقل کرتے ہیں کہ امام صاحب فرماتے ہیں کہ جو شخص میرے دلائل سے پوری طرح واقف نہیں'اسے میرے کلام سے فتویٰ دینا درست نہیں اور جب امام صاحب فتویٰ دیتے تو اپنی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرماتے'یہ نعمان بن ثابت کی رائے ہے'جتنا ہمیں معلوم ہے اس کے لحاظ سے بہتر ہے اور اگر کوئی اس سے اچھی رائے دے تو وہ زیادہ لائق صحت ہے اور امام مالک فرماتے ہیں کہ سوائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر شخص کا کلام قابل اخذ ورد ہوسکتا ہے۔'' (''عقد الجید''۔ص ۱۴۱)

اسی طرح سے امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ جب حدیث کی صحت ثابت ہوجائے تو وہی میرا مذہب ہے۔ان ہی سے ایک اور روایت ہے تم جب میرا کلام حدیث کے مخالف دیکھوتو حدیث پر عمل کرواور میرے کلام کو دیوار پر دے مارو۔امام احمد فرماتے ہیں کسی کو خدا اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کلام کی گنجائش نہیں۔وہ کہتے نہ میری تقلید کرو نہ مالک واوزاعی اور نخعی وغیرہ کی تقلید کرو۔صرف کتاب وسنت کی روشنی میں کسی کی تقلید کیا کرو۔

شاہ صاحب نے مطلق تقلید کی دو قسمیں بیان کی ہے۔تقلید شخصی اور تقلید غیر شخصی۔وہ فرماتے ہیں کہ ائمہ اربعہ کے مسالک کی تدوین وتشہیر سے پہلے دوسری صدی ہجری کے آخر تک تقلید غیر شخصی کا رواج تھا۔صحابہ کرامؓ اور تابعین کرامؒ کے دور میں بھی اس کا دستور تھا۔پھر جب ائمہ اربعہ کے مذاہب ومسالک نے مدون شکل اختیار کرلی تو جن کو یہ دستیاب ہوئے'انھوں نے اسی پر اعتماد کرتے ہوئے اپنے عمل کی بنیاد رکھ لی۔آہستہ آہستہ اس کا رواج بڑھتا گیا اور عام طور پر اسے اپنالیا گیا ''الانصاف فی بیان سبب الاختلاف'' میں تحریر فرماتے ہیں:

''دوصدیوں کے بعد لوگوں میں مخصوص مجتہدین کے مذاہب کو اختیار کرنے کا رواج شروع ہوا اور اس وقت کسی معین مجتہد کے مذہب پر اعتماد نہ کرنے والے بہت کم لوگ رہ گئے تھے اور اس وقت معین مذہب کی تقلید ہی واجب ہوگی۔'' (ص ۴۳)

''حجۃ اللہ البالغہ'' میں بھی اس کی طرف اشارہ ملتا ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

اعلم ان الناس کانوا قبل المائۃ الرابعۃ غیر مجمعین علی التقلید الخالص لمذھب واحد بعینہ (۳۶۸/۱) (*)

چوتھی صدی سے قبل تمام لوگ تقلید شخصی پر جمع نہ ہوئے تھے بلکہ بعض لوگوں میں اس وقت تقلید غیر شخصی کا بھی وجود تھا۔

شاہ صاحب کا خیال ہے کہ امت کے لیے چاروں مذاہب میں سے کسی ایک کی تقلید شخصی اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے خاص عنایت اور ایک الہامی راز ہے اور یہ حفاظت دین وشریعت کے لیے بھی مفید ہے۔ شاہ صاحب فرماتے ہیں:

''تقلید شخصی میں بہت سے مصالح ہیں جو مخفی نہیں۔ خاص طور پر اس موجودہ دور میں جس میں کم ہمتی کی کثرت ہے اور انسان خواہش پرستی میں مستغرق ہے اور ہر شخص اپنی ہی رائے پر خوش اور مغرور ہے۔'' (حجۃ۔ ۳۷۲/۱)

اسی طرح عقید الجید میں اس کی افادیت پر روشنی ڈالتے ہوئے رقم طراز ہیں:

اعلم ان فی الاخذ بھذا المذاھب الاربعۃ مصلحۃ عظیمۃ وفی الاعراض عنھا کلھا مفسدۃ کبیرۃ. (ص ۵۳)

اربعہ کو اپنانے میں بڑی مصلحت اور فائدے ہیں اور اس کو ترک کرنے اور نظر انداز کرنے میں بڑے فساد کا خطرہ ہے۔''

''الانصاف فی بیان الاختلاف'' میں لکھتے ہیں:

''مجتہدین کے مذاہب کی پابندی میں ایک راز ہے جسے اللہ تبارک وتعالیٰ نے علماء کے قلوب میں الہام فرمایا اور اس پر جمع کیا۔ علماء خواہ اس کی خوبیوں کو سمجھیں یا نہ سمجھیں۔'' (ص ۴۵)

(*) شاہ صاحب نے تقلید اور عدم تقلید کے ادوار کے بارے میں مختلف جگہوں پر تاریخی نقطۂ نظر سے گفتگو کی ہے۔ ان میں جو کچھ لکھا ہے' اس میں کسی قدر اختلاف پایا جاتا ہے۔ ''الانصاف فی بیان سبب الاختلاف'' کی عبارتوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ دوسری صدی ہجری تک لوگ تقلید پر مجتمع ہوگئے تھے۔ مگر ''حجۃ اللہ البالغہ'' اور ''تفہیمات'' وغیرہ کی تحریروں سے اندازہ ہوتا ہے کہ چوتھی صدی تک بھی کسی ایک معین مذہب پر جمع نہیں ہوئے تھے۔ دراصل ''الانصاف فی بیان سبب الاختلاف'' ''حجۃ اللہ البالغہ'' کے بعد کی تصنیف ہے۔ جس کا خاکہ شاہ صاحب نے خود ''حجۃ اللہ البالغہ'' میں ''غایۃ الانصاف'' کے نام سے پیش کیا ہے۔ لہٰذا ''الانصاف فی بیان سبب الاختلاف'' میں جو کچھ لکھا ہے' وہ ان کی آخری تحقیق کا نتیجہ ہے۔ اس کی تطبیق میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ دوسری صدی کے بعد لوگ مذہب معین کے پابند ہوگئے تھے اور اس کے بعد کی صدیوں میں تقلید میں اضافہ اور شدت پیدا ہوگئی۔ (''الفرقان'' بلکہ یہی خیال صحیح ہے اور شاہ صاحب کی عبارت میں غور کرنے والے کے لیے اشارہ موجود ہے کہ نفس تقلید شخصی دوسری صدی کے بعد شروع ہوئی اور دھیرے دھیرے چوتھی صدی تک وہ رواج عام اور متفق علیہ چیز بن گئی)۔

اب یہاں یہ سوال اٹھتا ہے کہ شاہ صاحب تقلید کے قائل تھے تو مذاہب اربعہ میں سے کسے ترجیح دیتے تھے۔اس کے متعلق ''فیوض الحرمین'' میں فرماتے ہیں:

> ''مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے تین ایسی باتیں معلوم ہوئیں کہ میرا خیال ہے پہلے میں ان کے خلاف تھا...... (ان میں سے) دوسری بات یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وصیت فرمائی کہ ان مذاہب اربعہ ہی کی تقلید کروں اوران سے باہر نہ جاؤں۔'' (ص ۶۴،۶۵)

دوسری جگہ لکھتے ہیں:

> ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے بتایا کہ مذہب حنفی میں ایک ایسا عمدہ طریقہ ہے جو دوسرے طریقوں کے مقابلہ میں اس سنت مشہورہ کے زیادہ موافق ہے۔جس کی تدوین وتنقیح بخاری اوران کے اصحاب کے زمانہ میں ہوئی۔'' (ص ۴۸)

شاہ صاحب ''عقدالجید'' میں تقلید کو دو حصوں میں منقسم کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

اعلم ان تقلید المجتهد علی وجهین واجب وحراما آگے اس کی تفصیل میں لکھتے ہیں کہ ہر شخص کتاب وسنت سے واقف نہیں ہوتا۔اس کے معنی ومفہوم کی گہرائی وگیرائی تک اس کی رسائی ممکن نہیں ۔وہ خود سے مسائل کا استنباط نہیں کرسکتا۔لہٰذا وہ کسی عالم وفقیہ سے مسائل کے بارے میں دریافت کرے گا کہ فلاں مسئلہ میں حضورِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا حکم ہے۔فقیہ جو کچھ اسے بتائے گا' سائل اسی کے مطابق عمل کرے گا۔اب یہ مسئلہ صریح نص سے ماخوذ ہو یا اس سے مستنبط ہو یا قیاس پر مبنی ہو۔یہ تمام صورتیں اگرچہ دلالت ہی ہیں مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہی کی صورتیں ہیں اور تمام امت کا اس کے درست ہونے پر ہمیشہ سے اتفاق رہا ہے۔(''عقدالجید''۔ص ۱۲۰)

اب یہ سوال اٹھتا ہے کہ کیا عامی کے لیے کسی ایک مذہب کی تقلید ضروری ہے؟

شاہ صاحب عامی کے لیے تقلید ضروری اور واجب قرار دیتے ہیں خواہ کسی معین مذہب کی تقلید کرتا ہو یا نہیں۔کہتے ہیں کہ اگر کوئی مسئلہ درپیش ہے تو اس کو چاہیے کہ وہ کسی مجتہد سے رجوع کر کے اس پر عمل کرے مگر کسی دوسرے مسئلہ میں اسے اختیار حاصل ہے۔چاہے وہ اسی مجتہد سے فتویٰ لے یا دوسرے سے (''عقدالجید''۔ص ۱۳۸) اگر عامی کسی خاص مذہب کا پابند ہے تو کیا وہ اس کے خلاف جاسکتا ہے۔شاہ صاحب کا مسلک ہے کہ اس مذہب کے خلاف جانا اس کے لیے جائز نہیں (''عقدالجید''۔ص ۱۰۵) مگر مخصوص حالات میں کچھ شرطوں کے ساتھ اس مذہب کے خلاف جانے کو جائز بھی قرار دیا ہے (''عقدالجید''۔ص ۱۰۶) اوراگر وہ کسی خاص مذہب کا پابند نہیں ہے تو وہ جس مذہب کی چاہے تقلید کرے۔شاہ صاحب نے ان تمام مسائل پر انتہائی اہم اور مفصل بحث فرمائی ہے۔

شاہ صاحب عامی کو مذہب اربعہ تک ہی محدود رہنے کو واجب قرار دیتے ہیں مگر کسی ایک مذہب معین کی تقلید کے وہ قائل نہیں۔ہاں اگر عامی کسی ایسی جگہ ہے جہاں صرف ایک ہی مذہب کے علماء وفقہا ہیں تو وہ ایسا کرسکتا ہے مگر غیر معین مذہب کی تقلید میں خواہش نفس کا اتباع نہ ہو۔

شاہ صاحب جن لوگوں کے لیے تقلید کو حرام قرار دیتے ہیں، وہ مندرجہ ذیل ہیں:

(۱) ایسا شخص جسے کسی درجے میں اجتہاد کا ملکہ ہو خواہ وہ ایک ہی مسئلہ میں البتہ اس کے لیے دوسرے مسائل میں تقلید جائز ہے۔

(۲) اگر کسی مسئلہ میں کسی کو یہ معلوم ہو کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ حکم ہے اور اس کے خلاف آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی حکم موجود نہیں ہے اور اس کا بھی علم ہو کہ یہ امر یا نہی منسوخ نہیں اور احادیث کی جانچ پرکھ اور متبحرین فی العلم کی اکثریت کا عمل دیکھنے کے بعد جو مسلک اس کے نزدیک زیادہ واضح اور ظاہر ہو اس کے خلاف عمل کرنا اس کے لیے حرام ہوگا۔ ظاہر ہے یہ تمام جدوجہد ایک عالم وفقیہہ ہی کر سکتا ہے نہ کہ عامی شخص۔

(۳) وہ عامی جو کسی ایک معین فقیہہ کی تقلید کرتا ہو۔ اگر اس کے ذہن میں یہ بات راسخ ہو جائے کہ اس جیسے آدمی سے غلطی کا صدور ہی ممکن نہیں۔ اس نے جو کچھ کہا ہے، وہ بالکل صحیح ہے۔ اور یہ قطعی فیصلہ کر لے کہ وہ کسی بھی حالت میں اس کی تقلید ترک نہیں کرے گا۔ خواہ اس کے خلاف صریح دلیل ہی کیوں نہ ہو تو شاہ صاحب کہتے ہیں کہ یہ **اتخذوا احبارھم ووھبانھم ارباباً من دون اللّٰہ** کا مصداق ہے۔

(۴) وہ شخص جو یہ جائز نہ سمجھتا ہو کہ حنفی المسلک، شافی المسلک سے یا کوئی شافعی، حنفی سے مسئلہ دریافت کرے یا کوئی حنفی کسی شافعی امام کی تقلید کرے تو وہ قرونِ اولیٰ کے اجماع سے انحراف کرنے اور تابعین کی بھی مخالفت کرنے کا مرتکب ہوگا۔

مصادر

(۱) ''الانصاف فی بیان سبب الاختلاف'' شاہ ولی اللہ دہلویؒ، المکتبۃ العلمیۃ لاہور (پاکستان)۔ اپریل ۱۹۷۱ء

(۲) ''عقد الجید'' شاہ ولی اللہ دہلویؒ، مطبع سعیدی، کراچی، ۱۳۷۹ھ

(۳) ''حجۃ اللہ البالغہ'' شاہ ولی اللہ دہلویؒ، مکتبہ تھانوی، دیوبند، ۱۹۸۶ء

(مطبوعہ: ماہنامہ ''الفرقان'' لکھنؤ۔ اپریل ۲۰۰۷ء)

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیاری نواسی
سیّدہ امامہ رضی اللہ عنہا

''جو دل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت سے خالی ہے' وہ ایمان سے محروم ہے۔ ایمان کی دولت اسی شخص کو میسر آسکتی ہے جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنا تعلق الفت استوار کرلیا ہو اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کو قلب کی گہرائیوں میں اتار لیا ہو۔ اسلام محض زبان سے اقرار کر لینے کا نام نہیں بلکہ یہ انسان سے بہت سے معاملات کا متقاضی ہے۔ اس کا اوّلین تقاضا عمل ہے اور اپنی روزمرہ کی زندگی کو اخلاق و کردار کے بہترین سانچوں میں ڈھالنا ہے۔ اگر تم نے فی الواقع اپنے آپ کو اسلام کی تحویل میں دے دیا ہے تو اس کے بنیادی تقاضوں کو بھی پورا کرو اور اپنی حیاتِ مستعار کے تمام گوشوں کو عمل وحرکت کی گرفت میں لے آؤ۔ تمہارا اٹھنا بیٹھنا، چلنا پھرنا، لین دین، لوگوں سے میل جول، نقل وحرکت، کھانا پینا، گفت وشنید، سب کچھ اسلام کے احکام کے مطابق ہونا چاہیے۔''

یہ یا اس سے ملتے جلتے الفاظ سیدہ امامہ بنت ابوالعاص رضی اللہ عنہا سے خواتین کے ایک اجتماع میں گفتگو کرتے ہوئے کہے۔ حضرت امامہ رضی اللہ عنہا کے والد محترم کا نام (مِقْسَم، لَقِیط) ابوالعاص بن ربیع بن عبدالعزی تھا اور والدہ کا سیدہ زینب بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ ان کی ولادت اپنے نانا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں ہوئی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی اس نواسی سے انتہائی پیار تھا۔ بعض اوقات دوران نماز بھی آپ انھیں اپنے ساتھ رکھتے تھے۔ صحیح بخاری میں ہے کہ ایک بار آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں تشریف لائے تو سیدہ امامہ رضی اللہ عنہا کو کندھوں پر اٹھا رکھا تھا۔ اسی حالت میں نماز پڑھائی۔ جب رکوع میں جاتے تو اتار دیتے۔ جب کھڑے ہوتے تو پھر اٹھا لیتے۔ اسی طرح نماز پوری کی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک مرتبہ کسی نے تحفتاً کچھ چیزیں بھیجیں۔ جن میں ایک طلائی ہار بھی تھا۔ اس وقت سیدہ امامہ رضی اللہ عنہا گھر کے ایک کونے میں کھیل رہی تھیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں یہ ہار اپنے اہل کے محبوب ترین فرد کو دوں گا۔ ازواج مطہرات نے خیال کیا کہ یہ ہار سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو ملے گا۔ لیکن آپ نے سیدہ امامہ رضی اللہ عنہا کو بلایا اور یہ ہار اپنے ہاتھ سے ان کے گلے میں ڈال دیا۔ بعض روایات کی رو سے یہ ہار نہیں تھا، انگوٹھی تھی اور شاہ حبشہ نجاشی نے بطور ہدیہ آپ کی خدمت میں پیش کی تھی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے وقت سیدہ امامہ رضی اللہ عنہا سن شعور کو پہنچ چکی تھیں۔ اسی اثناء میں

سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے انتقال فرمایا۔سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے وفات کے وقت سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو وصیت کی تھی کہ ان کی وفات کے بعد وہ امامہ (رضی اللہ عنہا) سے نکاح کرلیں۔ چنانچہ اس وصیت کے مطابق یہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے عقد میں آئیں۔سیدہ امامہ رضی اللہ عنہا کے نکاح کے انتظام کی ذمہ داری ان کے والد بزرگوار حضرت ابوالعاص رضی اللہ عنہ نے اپنی وفات کے وقت حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ کے سپرد کی تھی جو عشرہ مبشرہ میں سے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پھوپھی زاد بھائی تھے۔حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوالعاص رضی اللہ عنہ کی وصیت کے مطابق نکاح کے تمام انتظامات خود کیے اور خود ہی سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ نکاح پڑھایا۔ یہ ۱۱ ہجری کا واقعہ ہے۔

سیدہ امامہ رضی اللہ عنہا انتیس سال سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے نکاح میں رہیں۔۴۰ ہجری میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے شہادت پائی تو وہ جناب عبدالمطلب کے پوتے مغیرہ بن نوفل رضی اللہ عنہ کو وصیت کرگئے کہ وہ سیدہ امامہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ نکاح کرلیں۔چنانچہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی وصیت کے مطابق ان کا عقد ثانی حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ سے کردیا گیا۔حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہا سے نکاح سے قبل انھیں سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا بھی پیغام نکاح پہنچا تھا۔

سیدہ امامہ رضی اللہ عنہا نے حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ کے پاس ہی وفات پائی۔حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ سے ان کے ایک لڑکا پیدا ہوا، جس کا نام یحییٰ رکھا۔بعض روایات کے مطابق سیدہ امامہ رضی اللہ عنہا کے کوئی اولاد نہیں ہوئی۔(ماخوذ)

☆☆☆

اسلاف کے خلاف نازیبا الفاظ استعمال کرنے پر ڈسٹرکٹ خطیب اوقاف نے ہیڈ کلرک کی پٹائی کردی

رحیم یارخان (خبر نگار خصوصی) اسلاف کے خلاف نازیبا الفاظ استعمال کرنے پر ڈسٹرکٹ خطیب اوقاف مولانا رشید احمد عباسی نے ہیڈ کلرک محکمہ اوقاف کی ٹھکائی کردی اور انھیں دفتر سے نکال دیا۔تفصیل کے مطابق محکمہ اوقاف کے ہیڈ کلرک خالد جاوید جو نظامت مارکیٹ کے دفتر میں تعینات ہے اور دفتر ہی میں امیر شریعت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ اور مولانا فضل الرحمٰن و دیگر اکابر کے خلاف نازیبا الفاظ استعمال کیے جس پر محکمہ اوقاف کے ڈسٹرکٹ خطیب مولانا رشید احمد عباسی نے ان کی ٹھکائی کردی اور انھیں دفتر سے نکال دیا۔مولانا رشید احمد عباسی نے کہا کہ دفتر میں بیٹھ کر سیاسی گفتگو نہ کی جائے۔مولانا رشید احمد عباسی نے اس سلسلے میں ایڈمنسٹریٹر اوقاف رستم خان اور زونل خطیب مولانا حبیب الرحمٰن اختر کو آگاہ کردیا ہے کہ ہیڈ کلرک خالد جاوید دو سال سے دفتر میں بیٹھ کر اسلاف کے خلاف باتیں کرتا ہے۔اسے فی الفور تبدیل کردیا جائے۔(روزنامہ ''نوائے وقت'' ۲۳ رفروری ۲۰۰۷ء)

سید عطاء المحسن بخاری رحمۃ اللہ علیہ

مولانا عبید اللہ سندھی اور مسئلہ نزول مسیح علیہ السلام

مرزا غلام احمد قادیانی علیہ ماعلیہ نے اپنی زندگی اور اپنے خود ساختہ مناصب کے لیے جہاں قرآن وحدیث میں تحریف، تغیّر وتبدل کیا وہاں ہم عصر علماء یا اسلاف کی عبارتوں کو بھی اپنے حق میں اسی ''فنِ تحریف'' سے خوب استعمال کیا ۔مرزا جی کی جسمانی اور روحانی نسل نے بھی حق رفاقت ادا کرتے ہوئے یہی وطیرہ اختیار کیا ہوا ہے اور ہمارے اسلاف کی عبارتوں کو حذف ومسخ کر کے لوگوں کو قائل کرتے رہتے ہیں کہ جناب فلاں نے ایسے لکھا ہے تو اگر مرزا قادیانی نے اس طرح لکھ دیا تو کیا عذاب آ گیا اور مسلمانوں کو یہ باور کرانے کی مذموم کوششیں کرتے رہتے ہیں کہ مرزا قادیانی بھی امت کے دیگر علماء کی طرح ایک مصلح ہے اور ان کا یہ وطیرہ خصوصاً حضرت عیسیٰ روح اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حیات، ارفع اور نزول کے بارے میں بہت اذیت ناک ہے ۔لطف کی بات یہ ہے کہ مرزائی اس کارروائی کے لیے دین نہ جاننے والوں پر شب خون مارتے ہیں اور وہ نادان جھٹ سجدے میں گر جاتے ہیں پھر احرار کے پاس بھاگے بھاگے آتے ہیں کہ مارے گئے جی ایک مرزائی نے ہمیں بہت تنگ کر رکھا ہے، کوئی آدمی دیں، میں نے بہت سے آنے والوں کو جواب دیا کہ جس آدمی کی آپ کو تلاش اور ضرورت ہے وہ آدمی آپ کے اندر ہے اسے جگالیں، بیدار و ہوشیار کریں، مرزائی بھاگ جائے گا۔اس دور کے معاشی حیوانوں کو یہ بات سمجھ نہیں آتی۔ وہ دنیا کے پیچھے یوں بھاگ رہے ہیں کہ کسی اور کی تو کیا انہیں اپنی بھی ہوش نہیں ہوتی ۔بس انہیں تو آٹھ دس گھنٹے کام کرنے کے بعد شام کو تجوری بھری ہوئی ملنی چاہیے۔اس کے لیے وہ کبھی ہمارے پاس نہیں آتے اپنے آپ میں مگن رہتے ہیں باقی کائنات سے بری طرح غافل ہیں ۔گزشتہ کئی برس سے مجھے مرزائیوں کے بعض گروؤں سے ملنے کا اتفاق ہوا۔ گفتگوں بھی ہوئی ان میں سے بعض نے کہا کہ مولانا عبید اللہ سندھی نے حیات عیسیٰ علیہ السلام کا انکار کیا۔ میں نے کہا ایسا ہرگز نہیں مولانا تو عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کے قائل ہیں اور جو شخص نزول کا قائل ہے وہ لازماً اس بات کا بھی قائل ہے کہ سیدنا مسیح مقدس علیہ السلام آسمانوں میں قیامت کے قریب نازل ہوں گے یہ تو نہیں ہوسکتا کہ مولانا عبید اللہ سندھیؒ قرآن کی تفسیر لکھیں اور ان کی نگاہ سے قیامت وعلاماتِ قیامت کی آیات اوجھل رہ گئی ہوں۔مولانا کی تفسیر میں

وانہ لعلم للساعۃ فلا تمترن بھا واتبعون .ھٰذا صراط مستقیم (پ۲۵ سورۂ زخرف)

اور وہ قیامت کی علامت ہے اس میں مت شک کرو اور میرا کہا مانو یہ ایک سیدھی راہ ہے۔

والا مقام پڑھے بغیر مولانا کے ذمہ انکار حیات عیسیٰ تہمت کے سوا کچھ نہیں کیونکہ عیسیٰ علیہ السلام کے زمین پر نزول کا عقیدہ انہیں آسمانوں میں زندہ مانے بغیر درست ہی نہیں جو اوپر نہیں وہ نیچے کیسے آئے گا۔ میں چاہتا تھا کہ جن لوگوں

کے پاس مولانا کی تفسیر قلمی موجود ہے ان سے مل کر اس مقام کو دیکھا جائے مگر اپنی مصروفیت اور غفلت نے اس چشمۂ صافی تک نہ پہنچنے دیا۔ اپریل ۱۹۸۸ کے اوائل میں مولانا محمد صدیق ولی اللّٰہی (۱) جو مولانا عبیداللہ سندھی رحمہ اللہ کے تلمیذ ہیں اور ہمارے دیرینہ کرم فرما۔ وہ تشریف لائے تو میں نے ان سے اس مسئلہ پر بڑی تفصیل سے گفتگو کی تو مولانا نے شفقت کی اور مولانا سندھی کی شرح سطعات کا جو قلمی نسخہ مولانا محمد صدیق کی لائبریری کی جان ہے۔ اس کا فوٹو سٹیٹ عنایت کیا اور ساتھ ہی مولانا کا رسالہ محمودیہ بھی عنایت کیا۔ ''نزول مسیح'' حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر مولانا کی دونوں کتابوں کی عبارتیں نقل کرتا ہوں قارئین پڑھ کر فیصلہ فرمائیں کہ مولانا سندھیؒ حیاتِ عیسیٰ علیہ السلام کے قائل ہیں یا منکر؟

مرزائی، مرزائی نواز دونوں پڑھیں شاید عقل بینا ہو جائے۔ مولانا عبیداللہ سندھی رحمہ اللہ نے امام ولی اللہ دہلوی رحمہ اللہ کی دعوت وارشاد اور دینی انقلاب کی تعیین کے لئے امام کی کتابوں اور عبارتوں کو منتخب کیا اور انہیں میں سے منتخب عبارتوں کو جمع کر کے رسالہ مرتب کیا۔ جس کا نام ''محمودیہ'' رکھا ان کے شاگرد شیخ بشیر احمد لدھیانوی مرحوم نے اس کا اردو ترجمہ ''عبیدیہ'' کے نام سے کیا محمودیہ صفحہ نمبر ۲۴، ۲۶ عبیدیہ صفحہ نمبر ۲۵، ۲۷ پر یوں رقم طراز ہیں کہ:

''قال الامام ولی اللہ فی التفہیمات الالٰھیة فألھمنی ربی جل جلالہ انک انعکس فیک نور الاسمین الجامعین نور الاسم المصطفوی والاسم العیسوی علیھما الصلوٰت والتسلیمات فعسیٰ ان تکون سادةً لا فتی الکمال غاشیاً لا قلیم القرب فلن یوجد بعدک الّا ولک دخل فی تربیتہٖ ظاھراً و باطناً حتی ینزلَ عیسیٰ علیہ السلام''

ترجمہ: ''امام ولی اللہ دہلوی تفہیمات الٰہیہ ج ۲، ص ۱۲ میں فرماتے ہیں کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے بذریعہ الہام سمجھایا ہے کہ تجھ پر دو جامع اسموں کا نور منعکس ہوا ہے اسم مصفوی اور اسم عیسوی علیہما الصلوٰۃ والسلام تو عن قریب کے افق کا سردار بن جائے گا اور قرب الٰہی کی اقلیم پر حاوی ہو جائے گا تیرے بعد کوئی مقرب الٰہی ایسا نہیں ہو سکتا جس کی ظاہری اور باطنی تربیت میں تیرا ہاتھ نہ ہو۔ یہاں تک کہ عیسیٰ علیہ السلام نازل ہوں۔''

شرح سطعات کی عبارت

انسان کو اپنا حال اور مستقبل خود سوچ کر پروگرام بنانا چاہئے ماضی پر فخر کرتے رہنا احمقوں کا کام ہے اور محض مستقبل میں کسی بڑے مصلح کا منتظر رہنا اس سے بھی زیادہ حماقت ہے۔ اوّل تو اس کا یقین نہیں کہ وہ مصلح ہمارے زمانہ میں آئے گا۔ فرض کیجئے وہ ہمارے زمانہ میں آتا ہے تو ہم یقین کر سکتے ہیں کہ وہ صرف فعال طاقتوں کو اپنے ساتھ لے گا لولے لنگڑے اور قاعدین کو تو وہ اپنے پاس تک نہیں آنے دے گا اس قسم کا فکر رکھنے کے ہم دشمن نہیں ہیں کہ ایک مصلح آئے گا۔ اس لیے کہ سنی وشیعہ اس میں مبتلیٰ ہیں اور حدیث

---

(۱) مولانا محمد صدیق ولی اللّٰہی گزشتہ برس ۲۰۰۶ء میں انتقال فرما گئے۔

میں اس کی وضاحت آچکی ہے۔اس موضوع پر ہم کسی سے جھگڑنا نہیں چاہتے لیکن یہ بات ہم دونوں طاقتوں کو دکھا سکتے ہیں کہ ان کا فرض یہ ہے کہ وہ اپنے آپ کو فعالیت کے ایسے بلند مقام پر پہنچا دیں کہ یہ لوگ اس آنے والے مصلح کے باڈی گارڈ اور وزیر اعظم ہو کر کام کریں۔ایک مذہبی جماعت کے لیے اس کا ماننا ضروری ہے اس لیے ہم اس کی رد کی طرف متوجہ نہیں ہوتے۔قوموں میں بلند تخیل پیدا کرنا ایک دن کا کام نہیں ہے اگر کسی قوم میں بلند تخیل پیدا ہو گیا ہے تو اس میں جو غلطیاں ہوں نکال دینی چاہئیں۔

(شرح سطعات قلمی صفحہ ۲۳،۲۴)

مولانا مرحوم و مغفور نے بڑی وضاحت سے یہ بات فرمائی ہے کہ نہ تو وہ کسی کی حیات کے منکر ہیں نہ کسی کے نزول کے بلکہ بات تو صرف یہ ہے کہ جب تک کوئی آنے والا نہ آئے تم ہاتھ پہ ہاتھ رکھے بیٹھے رہو اور دعوت و انقلاب کا عمل نبوت چھوڑنے کا گناہ عظیم کرتے رہو زندہ رہنے والی قومیں ایسے مکروہ رویے کو دینی عمل کہیں تو بہت ہی ذلت کی بات ہے۔مولانا کے ہاں امت محمد یہ کی زبوں حالی کی بنیادی وجہ عملِ انقلاب کا ترک اور آنے والے کا انتظار ہے، جبکہ حدیث مبارکہ اور قرآن حکیم کے واضح احکام ہیں کہ کامیابی اور فلاح ان لوگوں کے لئے ہے جو جد و جہد میں مصروف رہتے ہیں۔کنج عافیت میں بیٹھ کر خیرہ چشمی سے تماشا کرنے والوں کے لیے نہیں۔"

والذین جاھدوا فینا لنھدینھم سبلنا

ترجمہ: زندگی کی کشادہ راہیں انہیں لوگوں کے لئے ہیں جو جہادِ زندگی کے عاملین ہیں۔

مولانا نے اگر خدانخواستہ کہیں ان غافلین کو جھنجھوڑنے کے لئے کوئی جملہ کہہ دیا تو اس سے مقصد انکار نہیں بلکہ ایقاظ ہے وہ لوگ جو غفلت شعار ہیں اور کسی آنے والے کے لیے محوِ انتظار ہیں۔ان کا علاج وہی الفاظ ہیں جو مولانا نے کہیں کہہ دیئے ہوں گے۔واللہ اعلم

(جولائی ۱۹۸۸ء)

الغازی مشینری سٹور
ہمہ قسم چائنہ ڈیزل انجن، سپئیر پارٹس
تھوک و پرچون ارزاں نرخوں پر ہم سے طلب کریں
بلاک نمبر 9 کالج روڈ، ڈیرہ غازی خان 064-2462501

سید عطاء المحسن بخاری رحمۃ اللہ علیہ

کیا مرزا غلام احمد قادیانی نے نبوت کا دعویٰ کیا تھا؟

ہے یہ گنبد کی صدا، کان لگا، غور سے سن

محسنِ احرار ابن امیرِ شریعت سید عطاء المحسن بخاریؒ نے ۱۹۸۷ء میں یو کے ختم نبوت مشن کی دعوت پر برطانیہ کا دورہ کیا۔ اسی سفر میں آپ نے یہ تحقیقی مضمون قلم بند کیا جو اپنی اہمیت کے پیشِ نظر ہدیہ قارئین ہے۔ (ادارہ)

مرزا غلام احمد قادیانی کی تحریکِ اجراءِ نبوت اور ارتداد پر اب تک اتنا کچھ لکھا جا چکا ہے کہ اسے پڑھنے کے لیے بھی ایک مدت چاہیے۔ مگر نئے دور کے مرزائی سابقہ مرزائیوں سے کچھ مختلف ہیں۔ انھیں اگر کہا جائے کہ تم مرزائی کیوں ہو؟ تو کہتے ہیں ہم تمہاری طرح مسلمان ہیں۔ فرق صرف یہ ہے کہ ہم مرزا صاحب کو ریفارمر، مصلح اور مسیح موعود مانتے ہیں۔ اس کا جواب دیا جائے کہ غلام احمد نے تو نبوت کا دعویٰ تھا اور یہ امتِ مسلمہ کا متفقہ عقیدہ ہے کہ حضور آخر الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ہر وہ شخص جو نبوت کا دعویٰ کرے گا' وہ نہ صرف یہ کہ کافر ہے بلکہ مرتد ہے۔ اس کو نبی ماننے والا بھی کافر مرتد، دائرہ اسلام سے خارج ہے اور اگر دنیا میں کہیں بھی خالص دینی حکومت قائم ہو جائے تو اس میں مرتد کی سزا قتل ہو گی تو مرزائی حضرات یہ سن کر ہنس دیتے ہیں اور مسلمان بھائیوں کا مذاق اڑاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ تم مسلمان جھوٹ بولتے ہو۔ یہ احرار کے کارکن اور مبلغین احرار بھی جھوٹ بولتے ہیں اور مرزا غلام احمد پر دعویٰ نبوت کا الزام و بہتان لگاتے ہیں حالانکہ مرزا نے نبوت کا دعویٰ ہرگز نہیں کیا۔ بعض مرزائی اس بات پر ''سچے'' ہوتے ہیں کیونکہ انھوں نے مرزا غلام احمد قادیانی کی کتابوں کا مطالعہ نہیں کیا ہوتا۔ ان کو تو صرف مرزائیوں کی ''سوشل سروس'' نے متاثر کیا ہوتا ہے کہ وہ مالی مدد کرتے ہیں کنواروں اور بے روزگاروں کی نوکری اور شادی تک کا بندوست کر دیتے ہیں۔ لہٰذا وہ انھیں سچا مسلمان جانتے اور مانتے ہیں۔ ہر چند کہ بعض نئے نئے پھنسنے والوں کے ساتھ مرزائیوں کا سلوک نہایت اچھا ہوتا ہے مگر وہ انھیں کس سمت لے جانا چاہتے ہیں؟ یہ عام مسلمانوں اور نئے نئے ہونے والے مرزائیوں کو معلوم نہیں ہوتا۔ میں نے عام مسلمانوں اور مرزائیت کے دامِ ارتداد میں نئے گرفتار ہونے والوں کی اصلاح کے لیے چند سطور لکھی ہیں۔ ہدایت اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے قبضہ میں ہے۔ دعاء گو ہوں وہ ہادیِ مطلق ایسے تمام لوگوں کو امام الانبیاء سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت، رسالت اور ختمِ نبوت پر مضبوط ایمان و یقین عطاء فرمائے اور آخرت میں جہنم کے عذاب سے بچائے...... آمین

ملاحظہ ہو مرزا غلام احمد قادیانی کی مرحلہ وار نبوت:

> ''ماسوا اس کے اس میں کچھ شک نہیں کہ یہ عاجز خدا تعالیٰ کی طرف سے اس امت کے لئے محدَّث (۱) ہو کر آیا ہے اور محدَّث بھی ایک معنی سے نبی ہوتا ہے۔ (۲) گو اس کے لئے نبوتِ تامہ (پوری) نہیں مگر تاہم جزئی طور پر وہ ایک نبی ہی ہے (۳) کیونکہ وہ خدا تعالیٰ سے ہم کلام ہونے کا ایک شرف رکھتا ہے، امورِ غیبیہ اس پر

ظاہر کیئے جاتے (۴) اور رسولوں اور نبیوں کی وحی کی طرح اس کی وحی کو بھی دخلِ شیطان سے منزہ کیا جاتا ہے (۵) اور مغزِ شریعت اس پر کھولا جاتا ہے اور بعینہٖ انبیاء کی طرح مامور ہو کر آتا ہے (۶) اور انبیاء کی طرح اس پر فرض ہوتا ہے کہ اپنے تئیں بآواز بلند ظاہر کرے (۷) اور اس سے انکار کرنے والا ایک حد تک مستوجبِ سزا ٹھہرتا ہے۔ (۸) اور نبوت کے معنیٰ بجز اس کے کچھ نہیں کہ امورِ متذکرۂ بالا اس میں پائے جائیں'' (۱)

مرزائی حضرات اس عبارت کو ظاہر و باطن کی آنکھیں کھول کر پڑھیں اور خوب غور کرنے کے بعد یہ تجزیہ بھی ملاحظہ کریں:

۱...... پہلے تو مرزا جی نے محدَّث ہونے کا دعویٰ کیا۔

۲...... پھر محدَّث کو نبی کہا (یعنی مرزا جی نبی ہیں)

۳...... پھر علمِ غیب پر اطلاع کا دعویٰ کیا (مرزا صاحب عالم الغیب ہیں)

۴...... محدَّث کی معلومات کو وحی الٰہی کہا (مرزا صاحب کی معلومات اللہ کی وحی ہیں)

۵...... پھر محدَّث کی معلومات کو رسولوں اور نبیوں کی وحی جیسی وحی کہا (مرزا غلام احمد پر رسولوں اور نبیوں کی طرح وحی آتی ہے)

۶...... پھر محدَّث کی معلومات کو رسولوں اور نبیوں کی وحی جیسی وحی کہا (مرزا غلام احمد مأمور من اللہ رسولوں کی طرح ہے)

۷...... پھر بعینہٖ انبیاء کی طرح اظہار و اعلان کو واجب قرار دیا (یعنی مرزا صاحب پر اعلانِ رسالت فرض ہے)

۸...... اور غلام احمد کو محدَّث نبی و رسول نہ ماننے والوں کو سزا کا مستحق قرار دیا۔

اب دوبارہ اس عبارت کو پڑھیں، خوب غور و فکر کریں۔ میں یہ فیصلہ آپ کی دیانت پر چھوڑتا ہوں اور پوچھتا ہوں کیا اس گفتگو میں اور نبوت کے دعویٰ میں کچھ فرق رہ گیا؟ مرزائی حضرات پر حجت پوری کرنے کے لیے ایک اور حوالہ مرزا جی کی بولیوں میں سے درج کیا جاتا ہے۔ ملاحظہ ہو

''لوگوں نے میرے قول کو نہیں سمجھا اور کہہ دیا کہ یہ شخص نبوت کا مدعی ہے اور اللہ جانتا ہے کہ ان کا قول قطعاً جھوٹ ہے جس میں سچ کا شائبہ نہیں اور نہ اسکی کوئی اصل ہے۔ ہاں! میں نے یہ ضرور کہا ہے کہ محدَّث میں تمام اجزاءِ نبوت پائے جاتے ہیں لیکن بالقوۃ' بالفعل نہیں۔ تو محدَّث بالقوۃ نبی ہے'' (۲)

ملاحظہ کیا جناب آپ نے، مرزا جی کیا کہہ رہے ہیں؟ مرزا جی کہتے ہیں کہ جو شخص یہ کہے کہ غلام احمد نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے وہ جھوٹا ہے لیجیے ملاحظہ ہو کہ کون جھوٹا ہے:

۱...... ''محدَّث میں نبوت کے تمام اجزاء پائے جاتے ہیں۔''

(محدث میں نبی کی تمام خصوصیات موجود ہوتی ہیں لہٰذا غلام احمد میں نبوت کے سارے اجزاء موجود ہیں)

۲...... ''محدَّث میں تمام اجزاء بالقوۃ ہوتے ہیں بالفعل نہیں''

۳...... ''محدَّث بالقوہ نبی ہوتا ہے''

(چونکہ غلام احمد محدَّث ہے اور محدَّث میں نبوت کے تمام اجزاء موجود ہوتے ہیں لہٰذا غلام احمد میں تمام اجزاء نبوت موجود ہیں اور محدَّث میں یہ تمام اجزاء بالقوۃ ہوتے ہیں، بالفعل نہیں لہٰذا غلام احمد بالقوۃ اجزاءِ نبوت کا مالک ہے اور

چونکہ محدث بالقوۃ نبی ہوتا ہے لہٰذا غلام احمد بالقوۃ نبی ہے مگر انبیاء اور رسولوں والا عمل نہیں ہوسکتا)

یہ بات بہت قابلِ غور و فکر ہے کہ نبوت کا یہ ارتقائی عمل مرزا جی کی بالکل ذاتی تخلیق ہے مگر نہایت مکارانہ تخلیق ہے پہلے محدّث، جو نبوت کے بعض جزا پنے اندر رکھتا ہے پھر ایسا محدث جس میں نبوت کے تمام اجزاء پائے جاتے ہیں مگر بالقوۃ ، بالفعل نہیں ہوتے ۔ پھر وہ محدّث ایسا جو نبی تو ہے مگر بالقوۃ نبی ہے صرف اتنی کسر باقی رہ گئی کہ وہ انبیاء کی طرح احکام نہیں نافذ کرتا ، یعنی بالفعل نہیں۔ لیجئے وہ حد بھی مرزا قادیانی نے توڑ ڈالی ۔ مرزائی حضرات پر تعجب اور افسوس ہے کہ وہ غلام احمد کو مانتے تو ہیں مگر اپنے پیارے مرزا جی کی تحریر کا مطالعہ کرنے سے گریز کرتے ہیں ذرا انکی اس دماغی حالت کا اندازہ تو لگائیں جس کی تفصیل ان کی تحریروں میں جا بجا بکھری دکھائی دیتی ہے ۔ یہی دو عبارتیں نہیں جو مرزا جی کی خرابیٔ فکر پر گواہ ہیں ۔ ایسی سیکڑوں عبارتیں ہیں جن میں غلام احمد کا یہ متفقہ نقشہ ابھرا ابھرا صاف نظر آتا ہے ۔ ملاحظہ ہو مرزا جی کی اچھوتی بانگی ۔

پہلے کہا میں محدّث ہوں پھر کہا میں جزئی نبی ہوں پھر کہا مکمل نبی ہوں اور کہا کہ مکمل نبی مگر بالقوۂ بالفعل نہیں ......لیکن دیکھئے کتنی ڈھٹائی سے مرزا جی مدعی ہیں :

> ''جس بنا پر میں اپنے تئیں نبی کہلاتا ہوں وہ صرف اسی قدر ہے کہ میں خدا تعالیٰ کی ہم کلامی سے مشرف ہوں اور میرے ساتھ بکثرت بولتا اور کلام کرتا ہے اور میری باتوں کا جواب دیتا ہے ۔ بہت سی غیب کی باتیں میرے پر ظاہر کرتا ہے اور آئندہ زمانوں کے وہ راز میرے پر کھولتا ہے کہ جب تک انسان کو اس کے ساتھ خصوصیت کا قرب نہ ہو ، دوسرے پر وہ اسرار نہیں کھولتا اور انہی امور کثرت کی وجہ سے اس نے میرا نام نبی رکھا۔ سو میں خدا کے حکم کے موافق نبی ہوں اور اگر میں اس سے انکار کروں تو میرا گناہ ہوگا اور جس حالت میں خدا میرا نام نبی رکھتا ہے تو میں کیوں انکار کرسکتا ہوں ۔ میں اس پر قائم ہوں اس وقت تک جو اس دنیا سے گزر جاؤں ۔'' (۳)

مرزا جی تو مرتے دم تک نبوت کے دعویٰ پر اڑے رہے مگر مرزائی چلاتے ہیں کہ اس نے نبوت کا دعویٰ نہیں کیا۔ کیا مرزائی سچے ہیں یا مرزا جی ؟ یہ تو ان کے مکر وفریب کا سلسلہ ہے اس سلسلہ کی آخری کڑی بھی ملاحظہ ہو ۔ غلام احمد نہ صرف یہ کہ نبی ہونے کا مدعی ہے بلکہ اب وہ رسول ہونے کا دعویٰ بھی کرتا ہے ۔ یعنی صاحب شریعت بھی ہے کیونکہ یہ بات تمام امتِ مسلمہ کا متفقہ عقیدہ ہے کہ رسول کہتے ہی اس کو ہیں جو نئی شریعت لائے اب مرزا جی کی بولی ٹھولی ملاحظہ ہو :

> ''سچا خدا وہی ہے جس نے قادیانی میں اپنا رسول بھیجا'' (۴)

اب بھی مرزائی ہم پر اعتراض کرسکتے ہیں کہ ہم مجلس احرار اسلام کے کارکن مرزا جی پر تہمت لگاتے ہیں ؟ کیا کوئی کسر باقی رہ گئی ہے اس بات کے ثابت کرنے میں کہ غلام احمد نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے ؟ صرف نبوت نہیں بلکہ رسالت کا بھی دعویدار ہے اللہ تعالیٰ مرزائیوں کے جال میں پھنسنے والے مسلمانوں اور مرزائیوں کو ہدایت دے اور ان کے لیے ہدایت آسان بنائے ۔ آمین ! لیجئے اب ایک اور حوالہ ملاحظہ ہو جس میں غلام احمد کو محدّث نبی اور رسول نہ ماننے والوں کو ''شیطان'' کہا گیا ہے ۔

انبیاء علیہم السلام کی توہین اور امتِ مسلمہ کو گالی:

''اور خدا تعالیٰ نے اس بات کو ثابت کرنے کیلئے کہ میں اس کی طرف سے ہوں، اس قدر نشان دکھلائے ہیں کہ وہ ''ہزار نبی'' پر بھی تقسیم کئے جائیں تو ان کی بھی ان سے نبوت ثابت ہوسکتی ہے......لیکن پھر بھی جو لوگ انسانوں میں سے شیطان ہیں وہ نہیں مانتے۔'' (۵)

مرزا صاحب نے ظلم کی حد کردی، شرافت کی تمام حدیں توڑ دیں۔ افسوس، صد ہزار افسوس!

غلام احمد قادیانی کی سابقہ عبارتوں کو آپ نے ملاحظہ کیا ان پر غور و فکر کرنے سے جو نتائج کھل کر سامنے آتے ہیں اور جو تضادات ابھرتے ہیں آپ انصاف کی نظر سے انہیں ملاحظہ فرمائیں اور دیکھیں مرزا غلام احمد کس قدر متضاد گفتگو کرتا ہے۔ پہلی بات کہنے کے بعد وہ بھول جاتا ہے کہ اس نے کیا کہا اور دوسری بات زیادہ کافرانہ اداؤں سے کہہ جاتا ہے

(۱) مرزا غلام احمد محدَّث ہے۔

(۲) محدَّث جزئی نبی ہوتا ہے۔

(۳) غلام احمد جزئی نبی ہے۔

(۴) محدَّث میں تمام اجزاءِ نبوت پائے جاتے ہیں۔

(۵) غلام احمد میں تمام اجزاءِ نبوت پائے جاتے ہیں۔

(۶) میں نے نبوت کا دعویٰ نہیں کیا۔

(۷) میں خدا کے حکم کے موافق نبی ہوں۔

(۸) جو شخص یہ کہتا ہے کہ میں نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے وہ جھوٹا ہے۔

(۹) انسانوں میں سے شیطان مجھے نبی نہیں مانتے۔

(۱۰) محدَّث پر رسولوں اور نبیوں کی طرح وحی نازل ہوتی ہے۔

(۱۱) غلام احمد پر رسولوں اور نبیوں کی طرح وحی نازل ہوتی ہے۔

(۱۲) محدَّث بالقوۃ نبی ہوتا ہے۔

(۱۳) غلام احمد بالقوۃ نبی ہے۔

(۱۴) محدَّث مأمور من اللہ ہوتا ہے۔

(۱۵) غلام احمد مامور من اللہ ہے۔

(۱۶) محدَّث بالفعل نبی نہیں ہوتا۔

(۱۷) غلام احمد بالفعل نبی نہیں ہے۔

(۱۸) محدَّث پر اعلان و اظہار، نبی و رسول کی طرح فرض ہوتا ہے۔

(۱۹) غلام احمد پر اپنے وجود کا اظہار نبیوں کی طرح فرض ہے۔

(۲۰)　جو محدَّث کو نہ مانے وہ سزا کا مستوجب ہے۔

(۲۱)　جو غلام احمد کو نہ مانے وہ سزا کا مستحق ہے۔

(۲۲)　سچا خدا وہی ہے جس نے قادیان میں رسول بھیجا۔

کس قدر خوفناک لب ولہجہ ہے اس شخص کا ایک سانس میں کتنی باتیں کہہ ڈالتا ہے۔ سننے اور پڑھنے والا اگر اللہ کی طرف سے ہدایت پر قائم نہ ہو اور صراطِ مستقیم پر گامزن ہو ہو تو یہ شخص فوری زہرِ قاتل پلا دیتا ہے اور ایک ہی منہ سے متضاد باتیں کہنے میں بری طرح پھنس جاتا ہے ''میں نبی نہیں، جو مجھے نبی نہیں مانتا' وہ شیطان ہے، جو مجھے نبی کہتا ہے وہ جھوٹا ہے '' آخر یہ کیا گفتگو ہے......؟ کیا یہ معقول اور صحیح الفکر آدمی کی گفتگو ہے......؟ اور کیا یہ نبوت کا دعویدار نہیں......؟

مرزائیوں سے آخری بات:

ہم نے اپنی طرف سے اپنی عقل کے مطابق آپ کو سمجھانے کی شرعی حجت پوری کر دی ہے۔ مانیں نہ مانیں سمجھیں نہ سمجھیں، یہ آپ کی مرضی ہے......!

(مارچ ۱۹۸۹ء)

حواشی

۱......بحوالہ ''قادیانی مذہب'' ص ۱۵۰، پانچواں ایڈیشن۔

''توضیح مرام'' ص ۱۸ مصنفہ مرزا غلام احمد قادیانی مطبوعہ قادیان

۲......بحوالہ ''قادیانی مذہب'' ص ۱۴۹ ''حمامۃ البشریٰ'' ص ۹۹، مصنفہ مرزا غلام احمد، مطبوعہ قادیان

۳......بحوالہ ''قادیانی مذہب'' ص ۱۸۲، خط مرزا غلام احمد قادیانی بنام ''اخبار عدم لاہور'' ۲۳ مئی ۱۹۰۸ء

۴......''دافع البلاء'' ص ۱۰، مصنفہ مرزا غلام احمد قادیانی بحوالہ ''قادیانی مذہب'' ص ۱۸۲۔

۵......''چشمۂ معرفت'' ص ۳۱۷، مصنفہ مرزا غلام احمد قادیانی بحوالہ ''قادیانی مذہب'' ص ۱۸۲، ۱۸۳۔

ڈاکٹر امتیاز احمد عباسی

اللہ کا بن

اللہ کا بنا اللہ کا بنا
اللہ پہ لگا دے تن من دھن
غیر اللہ سے دل نہ لگا
غیر اللہ ہے ظن ہی ظن
اللہ کا بنا اللہ کا بنا
اللہ پہ لگا دے تن من دھن
ہر چاہت پہ تیری غالب ہو
اللہ کی چسک اللہ کی لگن
اللہ کا بنا اللہ کا بنا
اللہ پہ لگا دے تن من دھن
یاد میں اس کی سب ڈوبے
کیا شجر و حجر کیا سرو و سمن
اللہ کا بنا اللہ کا بنا
اللہ پہ لگا دے تن من دھن
قدرت کے مظاہر ہیں اس کے
سب مہر و ماہ سب کوہ و دمن
اللہ کا بنا اللہ کا بنا
اللہ پہ لگا دے تن من دھن
اے ذکر خدا تیرے کیا کہنا
مسرور ہیں روح و قلب و بدن
اللہ کا بنا اللہ کا بنا
اللہ پہ لگا دے تن من دھن
ہیں راہ خدا کی سوغاتیں
یہ زخمیں چوٹیں دار و رسن

سید حباب ترمذی (کراچی)

نعت رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم

سرِ عرش شاہِ عرب آ رہے ہیں
بہ تعمیلِ ارشادِ رب آ رہے ہیں

براق اُن کی خدمت میں بھیجا گیا ہے
وہ اب آنے والے ہیں اب آ رہے ہیں

بقا جن سے پائی ہے لوح و قلم نے
وہ ذی علم و اُمّی لقب آ رہے ہیں

خبر ہفت افلاک پر گرم ہے یہ
وہ مقصود و مطلوبِ رب آ رہے ہیں

براہیم سے جن کا ملتا ہے شجرہ
وہی ہاں وہی ذی نسب آ رہے ہیں

خدا کے بلائے ہوئے وہ پھر بھی
بصد احترام و ادب آ رہے ہیں

اویس اُن کی معراج کے منتظر تھے
یہ جب سو گئے ہیں وہ تب آ رہے ہیں

رسالت کی راہوں میں ہر ہر قدم پر
مقاماتِ ترک و طلب آ رہے ہیں

حبابؔ اِن کو آورد سے کیا تعلق
یہ اشعار خود تا بہ لب آ رہے ہیں

عادل یزدانی

ایک یہودی رِبّی کا اپنے پیروکاروں سے خطاب

نیا ہے گو دھرم روشن خیالی کا
کریں پرچار ہم روشن خیالی کا
دکھاوے کو مسلمانانِ عالم کے
چلو پوجیں صنم روشن خیالی کا
ہم افسانہ طرازوں نے ہی کرنا ہے
نیا قصہ رقم روشن خیالی کا
چلو مل کر لکھیں تقدیرِ مسلم میں
پھر اک تازہ ستم روشن خیالی کا
شکارِ بردگی خاکِ یقیں کر دو
سو ڈالو دل میں نَم روشن خیالی کا
کرے گا بدعقیدہ خوش عقیدوں کو
یہی باغِ ارمِ روشن خیالی کا
مسلماں کو اگر تسخیر کرنا ہے
اٹھاؤ سب علَم روشن خیالی کا
کشید ایسی شرابِ آگہی کر دو
گھلا ہو جس میں سَم روشن خیالی کا
کوئی میدان ہو کوشش یہ کرنی ہے
کہ رہ جائے بھرم روشن خیالی کا
سِیہ باطن سہی اپنا یہ سینے پہ
سجائیں تمغہ ہم روشن خیالی کا
تہی کر دو خوش اعمالی سے مسلم کو
جو بھرنا ہے شکم روشن خیالی کا
جہادی فلسفے کا توڑ کرنا ہے
کرو ساماں بہم روشن خیالی کا
جو فردِ با اثر ہو اُس کو ٹھہراؤ
سفیرِ محترم روشن خیالی کا
اندھیرا ہی اندھیرا جس کے اندر ہے
سدا کھائے گا غم روشن خیالی کا
گرے گا بالیقیں قعرِ مذلت میں
ہوا جو ہم قدم روشن خیالی کا
صحافت کو کرو خوگر لفافوں کا
کہ حامی ہو قلم روشن خیالی کا
رہے سایہ فگن شہرت پسندوں پر
سدا ابرِ کرم روشن خیالی کا
بنامِ دیں رگِ مسلم اگر پھڑکے
کرو صنم اس میں سَم روشن خیالی کا
کبھی شیدائی تھے جو سرخ اجالے کے
بھریں گے اب وہ دم روشن خیالی کا
مسلمانوں کی وحدت ختم کرنے کو
نہیں ہے فتنہ کم روشن خیالی کا
یقین رکھو مداوا کر نہ پائیں گے
فقیہانِ حرم روشن خیالی کا
چڑھانا ہے ہمیں پروان اب پودا
بصد ناز و نعم روشن خیالی کا
مقابل ہے ہمارے دورِ ایوبی
جمانا ہے قدم روشن خیالی کا
ہمارے کل کا ضامن ہے فقط حربہ
سلیماں کی قسم روشن خیالی کا

ڈاکٹر عتبان محمد چوہان

غزل

ترے کوچے میں آ نکلے کسی دن گر یہ سودائی
جہاں دم سادھ کر دیکھے گا اُس دن تیری رسوائی

تری نظروں کی شوخی میں مرے جذبوں کی سچائی
زمانہ دیکھ لیتا ہے نظر تجھ کو نہیں آئی

نہ یہ کہتے اکیلے ہو ، بہت آزاد پھرتے ہو
تمہاری جو کبھی تنہائی سے ہوتی شناسائی

ہمارے واسطے دیوارِ زنداں میرِ محشر نے
ہمارے نفس کی خواہش کے پتھر سے ہے چنوائی

بوجہِ سوزِ دل حدت ، نمی منفوذِ آبِ چشم
حیات افزوں مرے دم سے ہیں ذرہ ہائے صحرائی

کسے معلوم طوفانِ دروں کی ہو گی کیا شدت
کہ جس نے جھیل جیسی تیری گہری آنکھ چھلکائی

نچا رکھا ہے ہر سُو آدمی نے آدمیت کو
زمین و آسماں، سورج ، نجم ہیں سب تماشائی

اسے عتبانؔ استقلال کا اعجاز ہی سمجھو
جواب صیاد کے لہجے سے بوئے اضطراب آئی

سید کاشف گیلانی

جنرل پرویز مشرف کے نام

ظالم! ترے ستم کی کوئی انتہا بھی ہے
تجھ کو یقیں نہیں کہ خدا دیکھتا بھی ہے

برپا کریں گے خونِ رگِ جاں سے انقلاب
ہمت بھی ہے ، شعور بھی ہے ، حوصلہ بھی ہے

آئین ملک ' پاؤں کے نیچے مسل دیا
تیرا ضمیر خوگرِ جور و جفا بھی ہے

یہ بھی نہ سوچا ظلم سے پہلے کہ افتخار
منصف بھی ہے ، وکیل بھی ہے ، رہنما بھی ہے

یہ قوم ہو گئی ہے تری دشمنی میں ایک
سارے وطن میں تیرا کوئی ہم نوا بھی ہے

یارب! مرے وطن کے در و بام کی ہو خیر
بدلی ہوئی فضا ہے ، مخالف ہوا بھی ہے

جن کو ڈرا رہا ہے تو زنداں کے جبر سے
اُن کی نظر میں محشرِ کرب و بلا بھی ہے

جس سے وقارِ ملک کو لگ جائیں چار چاند
تیری نظر میں ایسا کوئی راستہ بھی ہے

سو سو سبق چھپے ہیں ترے حرف حرف میں
کاشفؔ ترا بیان حقیقت نما بھی ہے

سید محمد معاویہ بخاری

حالات کس طرف جارہے ہیں؟

کیا یہ گمان درست ہے کہ مہربان ہواؤں کا رخ تیزی سے بدل رہا ہے۔ وفاقی دارالحکومت اسلام آباد کی فضائیں شاید مقتدروں کے لیے بوجھل ہوتی جارہی ہیں۔ لگتا یہ ہے کہ وقت کی زنبیل گڈ گورنس کے سات برسوں میں پوری طرح شکم سیری کر چکی ہے اور اب منطقی نتیجہ کے طور پر تلخ حالات اگلنے لگی ہے۔ گزشتہ تین ماہ کے دوران رونما ہونے والے واقعات کی نوعیت ایسی ہے کہ اسے محض اتفاقات سے تعبیر نہیں کیا جاسکتا۔ ہمیں اعتراف کر لینا چاہیے کہ موسم سے پہلے حبس کا پیدا ہو جانا غیر متوقع اور غیر معمولی صورت حال کی علامت ہی کہلاتا ہے۔ اسلام آباد کی لال مسجد سے ملحق جامعہ حفصہ کی طالبات کا چلڈرن لائبریری پر قبضہ ۲۰/ مارچ کو مسجد حمزہ کی شہادت کے بعد ہوا تھا۔ ملک بھر کے مذہبی وسیاسی حلقوں نے اس واقعہ کو دیگر کئی ناروا حکومتی اقدامات کی طرح انتہائی نامناسب اور بہیمانہ فعل قرار دیتے ہوئے جامعہ حفصہ کی طالبات اور لال مسجد کے محترم ذمہ داران مولانا عبدالعزیز اور مولانا عبدالرشید غازی کے اس مؤقف کی حمایت کی تھی کہ مسجد حمزہ جیسی قدیم عبادت گاہ کو ناجائز تعمیر قرار دے کر شہید کر دینا ایک سوچی سمجھی سازش کے سوا کچھ نہیں۔ ۶/ اپریل کی صبح ایک پرائیویٹ ٹی وی چینل کی نشریات کے دوران جامعہ حفصہ کے حوالے سے پیدا ہونے والی کشیدہ صورتِ حال پر تبصرہ کرتے ہوئے معروف صحافی جناب حامد میر صاحب نے جو چشم کشا تفصیلات بیان کی ہیں، وہ اپنی جگہ نہ صرف اہم ہیں بلکہ لال مسجد سے لے کر شمالی وجنوبی وزیرستان تک دراز ہوتے واقعاتی سلسلے کی کڑیاں بھی جوڑ دیتی ہیں۔ اِنھی تفصیلات میں چیف جسٹس آف پاکستان جناب افتخار محمد چودھری کے خلاف دائر شدہ صدارتی ریفرنس کا تذکرہ بھی آجاتا ہے اور اگر ۷/ اپریل کو پارہ چنار میں ہونے والی خون ریزی، جس میں اب تک کی اطلاعات کے مطابق پچاس کے قریب قیمتی جانیں ضائع ہو چکی ہیں کو بھی شامل کر لیا جائے تو اس کھیل کو بخوبی سمجھا جاسکتا ہے۔ جو بظاہر بے ترتیب مگر حقیقتاً پوری طرح منظم اور مکمل ترتیب وتیاری کے ساتھ کھیلا جارہا ہے۔

جناب حامد میر کے بقول ۲۰/ مارچ کو سی ڈی اے کے حکم نامے کے تحت ناجائز تعمیر قرار دے کر شہید کی جانے والی مسجد حمزہ کم وبیش سو سال پرانی ہے۔ اور اس کی مسلمہ حیثیت کو چیلنج نہیں کیا جاسکتا۔ اصل معاملہ یہ ہے کہ مسجد حمزہ کے مدمقابل ایک اعلیٰ منصبی شخصیت کا فارم ہاؤس ہے اور اس شخصیت کو اعتراض تھا کہ مسجد حمزہ میں بڑھتی ہوئی مذہبی سرگرمیوں کے باعث انھیں حفاظتی نقطۂ نظر سے کئی تحفظات لاحق ہیں۔ لہٰذا ان کی درخواست پر اعلیٰ سطحی احکامات جاری ہوئے اور مسجد مسمار کر دی گئی۔ اور اس کے بعد یہ سلسلہ دراز ہوتا ہوا دیگر مساجد کو جاری ہونے والے نوٹس تک چلا گیا۔ حامد میر صاحب نے لال مسجد کے مولانا عبدالعزیز اور مولانا عبدالرشید غازی کے علاوہ جامعہ حفصہ کی طالبات کے حوالہ سے بھی کئی اہم باتیں کی ہیں۔ ان کے بقول جامعہ حفصہ میں زیر تعلیم طالبات کی اکثریت کا تعلق شمالی علاقہ جات بالخصوص باجوڑ، جنوبی وشمالی وزیرستان کے علاقوں سے ہے۔ اور کوئی پس پردہ قوت یہ چاہتی ہے کہ حکومتی سطح پر ایسے اقدامات ہوتے رہیں جو لال مسجد کے منتظمین اور جامعہ حفصہ کی طالبات کو سخت مؤقف اختیار کرنے پر مجبور کر دیں اور پھر حالات کی نوعیت اُس مرحلہ تک ضرور

جا پہنچے' جہاں حکومتی سطح پر کوئی بڑا ایکشن ناگزیر ہو جائے۔ دونوں جانب کے مشیروں میں یقیناً ایسے لوگ موجود ہیں جو معاملہ کو افہام و تفہیم سے حل نہیں ہونے دینا چاہتے۔ جناب حامد میر کے بقول اگر خدانخواستہ حکومت کوئی فیصلہ کن ایکشن لینے کے لیے قدم اٹھاتی ہے تو لال مسجد کا صحن خون سے لال ضرور ہو جائے گا۔ اور جانی نقصان کی زد میں ساڑھے تین ہزار سے زائد طالبات کا آ جانا بھی خارج از امکان نہیں۔ اس صورت حال میں وہ شمالی علاقے جو پہلے ہی غیر ملکی جنگجوؤں کے حوالے سے فوجی کارروائیوں کا ٹارگٹ بنتے چلے آ رہے ہیں۔ وہاں شدید ردّ عمل ظاہر ہوگا اور بات ایک بڑی خانہ جنگی کی حد تک بڑھ سکتی ہے۔ وطن عزیز پاکستان کو مذہبی حوالہ سے بدنام کرنے کا سلسلہ نائن الیون کے بعد سے ایک منظّم تحریک کی صورت جاری ہے۔

صدر مشرف کی آزاد میڈیا پالیسی نے پرائیویٹ چینلوں کی قیام کی راہ ہموار کی اور اب ۵۰ کے لگ بھگ چینل اس آزادی سے مستفید ہو رہے ہیں۔ خبروں کے عنوانات' ان کے تیز دھار جملوں اور کئی مذاکروں میں دین اور محافظانِ دین کو تختۂ مشق بنایا جا رہا ہے۔ پوری دنیا کے سامنے مذہبی حوالہ سے ایسی تصویر پیش کی جا رہی ہے جس کے مطابق پاکستان کی عمومی اکثریت دین اسلام کی اس عملی تشریح کو درست نہیں سمجھتی جس کا پرچار ایک مخصوص اقلیتی طبقہ کے علماء کی جانب سے ہو رہا ہے۔ لال مسجد کے منتظمین اور جامعہ حفصہ کی طالبات کے ضمن میں جتنا کچھ لکھا اور کہا جا چکا ہے' اس کا بنیادی نکتہ مذکورہ بالا پراپیگنڈے پر مبنی ہے۔ چنانچہ میڈیائی پراپیگنڈہ سے آزاد پرائیویٹ میڈیا اور اس کے سرپرست عناصر اس حد تک تو کامیاب ہو چکے ہیں کہ اب متحدہ مجلس عمل سمیت وفاق المدارس کے سرکردہ افراد اور دیگر کئی علماء حضرات بھی جامعہ حفصہ کی طالبات اور لال مسجد کے منتظمین مولانا عبدالعزیز اور مولانا عبدالرشید غازی کے طرزِ عمل اور ان کے مطالبات سے لاتعلقی کا اظہار برملا کرنے لگے ہیں۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ CDA نے مساجد شہید کرنے کے جو اقدامات کیے' وہ کسی طرح بھی مناسب قرار نہیں دیئے جا سکتے اور اس ضمن میں کیا جانے والے احتجاجی طریق کار سے اختلاف کے باوجود غلط ہیں۔ لیکن اس احتجاج نے اب جو صورت اختیار کر لی ہے وہ نہ صرف قابل تشویش ہے بلکہ نتائج کے اعتبار سے انتہائی تباہ کن بھی ہے۔ ۲۰؍ مارچ کے بعد رونما ہونے والے واقعات کو اگر ایک ترتیب میں رکھ کر دیکھا جائے تو سب کڑیاں آپس میں پیوست نظر آتی ہیں۔ جو لوگ ان واقعات کو سازش نہیں سمجھتے۔ ان سے پوچھا جا سکتا ہے کہ مساجد کے انہدام اور پھر چلڈرن لائبریری پر قبضہ تک جتنے مرحلے طے ہوئے اور کشیدگی بڑھتے ہوئے ایک خوں ریز تصادم تک پہنچنے کی جو فضا تیار ہو چکی ہے' کیا اس میں لال مسجد انتظامیہ کے علاوہ اور کسی کا عمل دخل نہیں ہے؟ کیا یہ حقیقت نہیں ہے کہ مدارس و مساجد کے حوالہ سے حکومتی مؤقف کو ایک خاص طبقہ نے جس کا رسوخ اوپر تک ہے' اپنے مذموم مقاصد کے لیے بڑی مہارت سے استعمال کیا ہے؟ کیا اس سچائی کو کسی طرح بھی نظر انداز کیا جا سکتا ہے کہ اب تک پیش آنے والے حالات ملک بھر کے مذہبی طبقہ بشمول جید علماء کرام کے خلاف جا رہے ہیں اور دنیا بھر میں اہل دین کی تذلیل و تضحیک کے ساتھ ساتھ انھیں ہدفِ تنقید بنایا جا رہا ہے۔ موجودہ صورت حال کو صرف مسجد و مدرسہ کے تناظر میں دیکھنا درست نہیں ہوگا۔ بلکہ اس معاملہ کو اُن دیگر سیاسی معاملات کے ساتھ ملا کر دیکھنا بھی ضروری ہے جو اسی کشمکش کے دوران ظہور پذیر ہو چکے ہیں یا آئندہ دنوں ہونے جا رہے ہیں۔ جیسا کہ بتایا جا رہا ہے ۲۰۰۷ء انتخابات

کا سال ہے اور موجودہ حکومتی سیٹ اپ برقرار رہنے کے امکانات بہ وجوہ تقریباً معدوم نظر آتے ہیں۔ دوسری طرف امریکی انتظامیہ کی کانگریس اور سینٹ میں ساکھ ڈوبنے کے بعد صدر بش پر دباؤ بڑھ رہا ہے کہ وہ اپنی جنگی پالیسیوں میں فوری تبدیلی کا فیصلہ کریں۔ وار اون ٹیرر کی بے وقعتی اور عراق و افغانستان میں جاری بہیمانہ پالیسیوں پر اس قدر کھلی تنقید ہو رہی ہے کہ خود صدر بش کے لیے دفاع کرنا مشکل ہو گیا ہے۔ امریکی کانگریس میں ڈیموکریٹس کی اکثریت پاکستان جیسے حلیف ممالک کے بارے میں اپنے تحفظات کا برملا اظہار کر رہی ہے۔

صدر مشرف فرنٹ لائن سٹیٹ کا عنوان جتنا کیش کرا سکتے تھے' کرا چکے اور اب امریکی کانگریس میں نہ صرف پاکستان کی امداد بلکہ صدر مشرف کے اقدامات کے حوالہ سے بھی نقطۂ نظر تبدیل ہو رہا ہے۔ حالیہ دنوں میں امریکی کانگریس کے ایک وفد نے اپوزیشن لیڈروں کے علاوہ حکومتی ارکان اور صدر مشرف سے بھی ملاقاتیں کی ہیں۔ معتبر ذرائع تصدیق کرتے ہیں کہ ان ملاقاتوں میں جلاوطن اپوزیشن رہنماؤں کی واپسی، غیر جانبدار خودمختار الیکشن کمیشن، آزاد عدلیہ، صدر مشرف کی باوردی صدارت اور چیف جسٹس افتخار محمد چودھری کے خلاف دائر کردہ صدارتی ریفرنس کے معاملات بھی زیر بحث آئے ہیں۔ ذرائع تصدیق کرتے ہیں کہ آنے والے دنوں میں جلاوطن اپوزیشن رہنماؤں کی وطن واپسی کے حوالہ سے صدر مشرف کے مؤقف میں تبدیلی آ رہی ہے اور اپنے ایک انٹرویو کے دوران دبے الفظ میں وہ اس کا اظہار بھی کر چکے ہیں۔ جب کہ ساتھ ہی بیک چینل ڈپلومیسی کے ذریعہ صدر کے مصاحب خاص طارق عزیز بے نظیر بھٹو سے بات چیت کے لیے دبئی پہنچے ہوئے ہیں۔ صدر مشرف پر دباؤ ہے کہ وہ سیکولر جماعتوں کے لیے راستہ ہموار کریں اور مستقبل قریب کے انتخابات میں ان کے لیے پوری گنجائش پیدا کی جائے۔

صورت حال یہ ہے کہ صدر مشرف کے اختلافات بے نظیر بھٹو سے نہیں بلکہ نواز شریف سے ہیں کیونکہ نواز شریف حکومت کا تختہ الٹ کر ہی وہ برسرِ اقتدار آئے تھے۔ اس لیے قریب الفہم بات یہی ہے کہ نواز شریف کے لیے کوئی گنجائش نکلے یا نہ نکلے لیکن بے نظیر بھٹو اور پیپلز پارٹی پارلیمنٹرین کے لیے یہ سہولت پیدا ہونے جا رہی ہے کہ وہ آئندہ انتخابات میں مسندِ اقتدار کی طرف پیش قدمی کر سکتی ہے۔ البتہ حکمران جماعت مسلم لیگ ق کے لنگر سے اٹکے ہوئے شہزادوں کے لیے پریشانی ضرور ہے کہ نئے سیاسی سیٹ اپ میں ان کی حیثیت کیا ہو گی؟ جہاں تک صدارتی ریفرنس کا معاملہ ہے تو وہ کسی زیرک حکومتی مشیر کی مرتب کردہ چال ہے جو اپنی بنیادی کمزوریوں اور خامیوں کے باعث الٹی پڑ گئی ہے۔

باخبر ذرائع جامع حفصہ کے معاملہ کو اچھالے جانے اور میڈیا پر موضوعِ بحث بنانے کو صدارتی ریفرنس کے حوالہ سے وکلاء حضرات کی احتجاجی تحریک کا میڈیائی تاثر کم کرنے کی ایک کوشش قرار دے رہے ہیں۔ جب کہ ایک تاثر یہ بھی موجود ہے کہ صدر مشرف لال مسجد اور جامعہ حفصہ کے معاملہ کو دانستہ طول دے رہے ہیں۔ ورنہ وزیرستان میں جنگجوؤں کے خلاف اور بلوچستان میں اکبر بگٹی کے ساتھ جو کچھ کیا جا چکا ہے' اس کے بعد توقع یہی کی جا رہی تھی کہ بہت جلد اسلام آباد میں بھی کوئی بڑا آپریشن اسلامی نظام کے نفاذ کا مطالبہ کرنے والوں کے خلاف بھی ہو گا۔ لیکن ابھی تک ایسے کسی فیصلہ کی اطلاع نہیں ہے بلکہ صدر مشرف ایک تسلسل کے ساتھ عوامی اجتماعات میں خطاب کے دوران یہ فرما رہے ہیں کہ لال مسجد کے طلباء اور جامعہ

حفصہ کی طالبات ہمارے بچے بچیاں ہیں' انھیں گمراہ کر دیا گیا ہے۔ بعض لوگ یہ چاہتے ہیں کہ ہم ان کے خلاف کوئی فوجی ایکشن لیں، خون خرابہ ہو اور پھر اس واقعہ کو بنیاد بنا کر وہ اپنی سیاست چمکا سکیں۔ اس لیے ایسا کچھ نہیں ہوگا' ہم انھیں سمجھائیں گے۔ علماء کرام اور سول سوسائٹی کے معتبر لوگوں کے ذریعے ان سے بات چیت کی جائے گی اور انھیں غلط اقدامات سے روکا جائے گا۔ ذرائع ابلاغ پر ایک اور حوالہ سے بات بھی ہو رہی ہے اور وہ یہ کہ جامعہ حفصہ کے ذمہ داران کو دانستہ اور ایک سوچی سمجھی حکمت عملی کے تحت ہی چھوٹ دی گئی ہے کہ وہ جیسے چاہیں من مانیاں کرتے پھریں۔ اس اچھوٹ کا مقصد یہ ہے کہ دنیا بھر میں بالعموم اور امریکی حکومت کو بالخصوص یہ پیغام پہنچ جائے کہ اگر صدر مشرف اب ان کی نئی سیاسی منصوبہ بندی کے خاکہ میں کہیں فٹ نہیں ہو رہے تو پھر امریکی حکومت جان لے کہ پاکستان کا دارالحکومت اسلام آباد بھی طالبان کے حامیوں کی دسترس میں ہے اور ان کا رسوخ اس قدر بڑھ چکا ہے کہ وہ براہِ راست حکومتی رٹ کو چیلنج کر رہے ہیں' اس لیے انھیں سمجھنا چاہیے کہ صدر مشرف ہی وہ واحد شخصیت ہیں جو ان جہادیوں کی راہ میں اپنی یونیفارم کی قوت سے نہ صرف حائل ہو سکتے ہیں بلکہ انھیں کنٹرول بھی کر سکتے ہیں۔ لہٰذا مستقبل کے سیاسی سیٹ اپ میں ان کا کردار ختم یا محدود کرنے کے بارے میں فی الحال نہ سوچا جائے۔ بعض ذرائع کا کہنا ہے کہ جامعہ حفصہ کا معاملہ ہمہ جہتی ہے اور اس سے چند جماعتوں کے سوا باقی تمام عناصر بھرپور فائدہ اٹھانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ حکومتی طبقہ کی کوشش ہے کہ اس مسئلہ کی تشہیر کو صدارتی ریفرنس کے غلغلہ پر اثر انداز ہونے کے لیے استعمال کیا جائے۔ تاکہ وکلاء حضرات اور سیاسی جماعتوں کے احتجاجی شو ماند پڑ جائیں اور لوگوں کی توجہ صدارتی ریفرنس سے ہٹ کر جامعہ حفصہ تک ہی مرکوز ہو جائے۔ جب کہ پاکستان دشمن قوتیں اس معاملہ کو ہوا دے کر مذہبی طبقے کو حکومت سے لڑانے کی جدوجہد میں مصروف ہیں۔ سیکولر عناصر جن میں پیپلز پارٹی جیسی مذہب بے زار جماعت بھی شامل ہے۔ این جی اوز کے توسط سے دوہرا فائدہ اٹھانا چاہتے ہیں۔ اوّل یہ کہ اس مسئلہ کی میڈیائی تشہیر سے عوام الناس کو باور کرا دیا جائے کہ آنے والے انتخابات میں اگر مذہبی جماعتیں ایک بار پھر اسی قوت سے سامنے آئیں تو انھیں کسی قسم کے جبری اقدامات کا سامنا کرنا پڑے گا۔ دوسری طرف یہی معاملہ حکومت کو ہراساں کرنے کے لیے بھی استعمال کیا جا رہا ہے۔

چند روز قبل پیپلز پارٹی نے این جی اوز کے ساتھ مل کر جامعہ حفصہ کی طالبات کے خلاف احتجاجی ریلی نکالی اور حکومت سے مطالبہ کیا کہ وہ قانون کی عمل داری قائم کرتے ہوئے ان کے خلاف فوری اور سخت ایکشن لے۔ تاہم ابھی تک وفاقی وزیر قانون جناب وصی ظفر سے لے کر وفاقی وزیر داخلہ آفتاب شیر پاؤ تک اور وفاقی وزیر مذہبی امور اعجاز الحق سے صدر مشرف صاحب تک سب لوگ اس مؤقف پر قائم ہیں کہ اگر لال مسجد کی انتظامیہ اور جامعہ حفصہ کی طالبات نے مزید کوئی جارحانہ طرز عمل اختیار نہیں کیا تو حکومت اس وقت تک معاملہ کو علماء حضرات اور دیگر اہم شخصیات کے توسط سے بات چیت کے ذریعے حل کرنے کو ہی ترجیح دے گی۔ بظاہر یہ فیصلہ بہت بھلا اور مستحسن معلوم ہوتا ہے تاہم یہ کہنا ابھی قبل از وقت ہوگا کہ حالات کس کروٹ بیٹھیں گے۔ کاش! ہمارے مذہبی رہنما، حکومتی ذمہ داران اور سیاسی زعماء یہ سمجھ لیں کہ اس وقت ہر قدم پھونک پھونک کر رکھنے کی ضرورت ہے۔ بصورتِ دیگر ذرا سی بے احتیاطی اور کوئی غلط فیصلہ ہمیں ایسی تباہی کی طرف دھکیل سکتا ہے جہاں سے واپسی ممکن نہیں ہوگی۔

یاسر محمد خان

حکومت اور پیپلز پارٹی کی ڈیل......اندرونی کہانی

پیپلز پارٹی کے بانی اور قائد ذوالفقار علی بھٹو کی تین بہنیں تھیں۔ان کی ایک بہن ایک آرمی آفیسر کرنل مصطفیٰ کے ساتھ بیاہی ہوئی تھی۔کرنل مصطفیٰ ۵۰ء کی دہائی میں استنبول میں پاکستانی سفارت خانے میں کام کرتے تھے۔یہ وہی زمانہ تھا جب صدر پرویز مشرف کے والد سید مشرف الدین بھی استنبول میں پاکستانی سفارت خانے میں خدمات انجام دے رہے تھے۔کرنل مصطفیٰ کا ایک بیٹا صدر پرویز مشرف کا ہم عمر تھا۔صدر پرویز مشرف اور کرنل مصطفیٰ کا بیٹا ایک ہی اسکول میں پڑھتے تھے اور دونوں کے درمیان بہت اچھی دوستی تھی۔آنے والے دنوں میں صدر پرویز مشرف کا خاندان پاکستان آ گیا جب کہ کرنل مصطفیٰ کا خاندان مختلف جگہوں سے ہوتا ہوا امریکہ میں اقامت پذیر ہو گیا لیکن دونوں کے درمیان تعلقات اسی طرح قائم رہے۔اس دوران صدر پرویز مشرف نے آرمی جوائن کی اور وہ ترقی کرتے کرتے صدر پاکستان بن گئے جب کہ کرنل مصطفیٰ کا خاندان امریکہ میں تجارت سے منسلک ہو گیا اور اس خاندان کے مختلف لوگ مختلف قسم کے کاروبار کرتے رہے۔

۱۱رستمبر ۲۰۰۵ء کو صدر پرویز مشرف امریکہ کے دورے پر گئے۔اس دورے کے دوران پہلی مرتبہ کرنل مصطفیٰ کے صاحبزادے اور بے نظیر بھٹو کے کزن نے صدر مشرف سے ملاقات کی۔یہ ملاقات ہوٹل کے کمرے میں ہوئی اور اس ملاقات کے دوران دو بچھڑے ہوئے دوستوں نے ماضی کی بے شمار خوبصورت یادوں کو تازہ کیا۔ان یادوں کے دوران بے نظیر بھٹو کے کزن نے آصف علی زرداری کی سفارش کی۔اس سفارش کے دوران انھوں نے صدر پرویز مشرف کو یقین دلایا: اگر حکومت آصف علی زرداری کو باعزت بری کر دے تو زرداری صاحب کچھ عرصہ پاکستان رہ کر ملک سے باہر چلے جائیں گے اور عملاً سیاست سے باہر ہو جائیں گے۔یہ بے نظیر اور حکومت کے درمیان ڈیل کی ابتداء تھی۔حکومت نے آنے والے دنوں میں آصف علی زرداری کو رہا کر دیا۔زرداری کچھ عرصہ پاکستان میں مقیم رہے اور اس کے بعد وہ صحت کا بہانہ کر کے ملک سے باہر چلے گئے۔وہاں سے ہوتے ہوئے امریکہ شفٹ ہو گئے اور اب گمنامی کی زندگی گزار رہے ہیں۔آصف علی زرداری کی رہائی کے بعد بے نظیر بھٹو کے کزن حکومت اور بے نظیر بھٹو کے درمیان رابطے کا ذریعہ بن گئے جب کہ حکومت کی طرف سے تین لوگ اس ڈیل میں شامل تھے۔اس تین رکنی ٹیم کے سربراہ نیشنل سیکورٹی کونسل کے سیکرٹری اور صدر مشرف کے انتہائی قریبی ساتھی طارق عزیز ہیں۔ڈیل کا یہ سلسلہ ستمبر ۲۰۰۵ء میں شروع ہوا اور یہ سلسلہ اپریل ۲۰۰۷ء تک جاری رہا۔اس عرصہ میں کئی ایسے مقامات آئے جن میں پیپلز پارٹی اور حکومت ایک دوسرے کے انتہائی قریب آ گئے اور یوں محسوس ہونے لگا کہ آج کل میں حکومت اور بے نظیر بھٹو سمجھوتے کا اعلان کر دیں گی لیکن عین وقت پر کوئی نہ کوئی ایسی گڑبڑ ہو جاتی جس کی وجہ سے ڈیل کا یہ سلسلہ وقتی طور پر مؤخر ہو جاتا اور بے نظیر بھٹو حکومت سے دوراپوزیشن کی طرف چلی جاتیں۔کچھ دنوں تک یہ سلسلہ جاری رہتا اور دوبارہ حکومت اور بے نظیر بھٹو کے درمیان رابطے شروع ہوتے اور دونوں ایک دوسرے کے ساتھ گفت وشنید

شروع کر دیتے۔ یہ سلسلہ آج تک جاری وساری ہے۔

ڈیل کے سلسلے میں دو طاقتوں نے ہمیشہ بڑا مرکزی کردار ادا کیا۔ ان میں ایک امریکہ تھا۔ امریکہ پاکستان کے موجودہ سیاست دانوں میں بےنظیر کو بہت اہمیت دیتا ہے۔ اس اہمیت کی پانچ بڑی وجوہات ہیں۔ پہلی وجہ پیپلز پارٹی کا لبرل امیج ہے۔ پیپلز پارٹی میں دوسری جماعتوں کی نسبت خواتین کارکن زیادہ ہیں اور یہ معاشرے میں سوشل چینج کی بھی داعی ہے۔ دوسرا پیپلز پارٹی اپنے شروع دن سے مذہبی طبقے کو پسند نہیں کرتی۔ ذوالفقار علی بھٹو ہوں یا بےنظیر بھٹو، پیپلز پارٹی کے دونوں لیڈر پوری زندگی مذہبی طاقتوں کے خلاف لڑتے رہے۔ پیپلز پارٹی کے زیادہ تر کارکن اور لیڈر اسلامی شعائر سے بھی خاصے فاصلے پر ہیں۔ بےنظیر بھٹو کی مذہب فہمی کا یہ عالم ہے کہ ۱۹۹۶ء میں وہ کراچی میں جلسۂ عام سے خطاب کر رہی تھیں۔ دورانِ جلسہ مسجد سے اذان بلند ہوئی تو بےنظیر بھٹو نے اپنی تقریر مؤخر کر دی اور حاضرین کو مخاطب ہو کر کہا: ”اذان بج رہا ہے لہٰذا میں خاموش ہوتی ہوں۔“ نمبر تین، پیپلز پارٹی جہاد کے بھی خلاف ہے۔ بےنظیر بھٹو نے اپنے اقتدار کے دوران کشمیر میں جاری جہاد کی معاونت عملی طور پر بند کر دی تھی۔ نمبر چار، پیپلز پارٹی بڑی حد تک شراب کی اجازت دینے، معاشرے میں کلب اور ڈسکوز قائم کرنے اور مخلوط تعلیم کی حامی ہے اور نمبر پانچ، بےنظیر بھٹو افغانستان میں طالبان کو پسند نہیں کرتی۔ بےنظیر بھٹو کی یہ طالبان دشمنی بڑی پرانی ہے۔ انھوں نے اپنے دور میں طالبان کی حمایت عملی طور پر بند کر دی تھی۔ پاکستان کی تاریخ میں پہلی مرتبہ مجاہدین کے خلاف آپریشن ۱۹۹۶ء میں پشاور میں ہوا تھا جس میں پانچ ازبک مجاہدین شہید ہو گئے تھے۔ پیپلز پارٹی کی یہ ساری فلاسفی امریکہ کے لیے انتہائی پسندیدہ ہے۔ لہٰذا اگر دیکھا جائے تو پیپلز پارٹی کے نظریات اور امریکہ کے خیالات میں کوئی زیادہ فاصلہ نہیں۔ امریکہ نے پچھلے سات برسوں میں پاکستان میں اعتدال پسندی اور روشن خیالی کی ایک مہم شروع کر رکھی ہے۔ یہ مہم مزید سات برس تک جاری رہے گی۔ ان سات برسوں میں حکومت پاکستان میں شراب نوشی کی اجازت دے دے گی جب کہ ابتدائی کلاسز سے لے کر یونیورسٹی تک کی تعلیم مخلوط کر دی جائے گی اور تمام چھوٹے بڑے شہروں میں ڈسکو کلب بنائے جائیں گے اور خواتین اور مردوں کی ملاقات کے عام مواقع فراہم کیے جائیں گے۔

صدر پرویز مشرف روشن خیالی کے اس ایجنڈے کے مین کردار ہیں لیکن جوں جوں وقت گزرتا جا رہا ہے امریکہ کو محسوس ہو رہا ہے شاید صدر پرویز مشرف اگلے چند برسوں میں اپنی اس مقبولیت کو برقرار نہ رکھ سکیں...... لہٰذا پاکستان کی اسٹیبلشمنٹ اور عوام انھیں مسترد کر دیں۔ لہٰذا امریکہ کا خیال ہے اگر صدر پرویز مشرف کے بعد بےنظیر بھٹو پاکستان کا عنان اقتدار نہیں سنبھالتیں تو ان کی جگہ مذہب پسند عناصر سامنے آ جائیں گے۔ جس سے امریکہ کے سارے ”کیے دھرے“ پر پانی پھر جائے گا۔ لہٰذا امریکہ کی کوشش ہے کہ وہ صدر پرویز مشرف اور بےنظیر بھٹو کے درمیان کوئی ایسا تعلق قائم کرے جس کے ذریعے پاکستان میں امریکہ کی روشن خیالی اور اعتدال پسندی کا سلسلہ اسی طرح جاری وساری رہے۔

اس ڈیل کا دوسرا بڑا عنصر اور طاقت سوئس کیسز ہیں۔ صدر فاروق احمد خان لغاری نے ۱۹۹۶ء میں پاکستان میں احتساب بیورو قائم کیا تھا۔ یہ احتساب بیورو بےنظیر بھٹو اور پیپلز پارٹی کی کرپشن کے ثبوت جمع کرنے کے لیے بنایا گیا تھا۔ احتساب بیورو نے چھ ماہ میں بےنظیر بھٹو کے خلاف کرپشن کے چند شواہد جمع کیے تھے لیکن ۱۹۹۷ء میں نواز شریف

کی حکومت آ گئی۔میاں نواز شریف نے یہ بیورو سیف الرحمٰن خان کے حوالے کر دیا اور سیف الرحمٰن خان نے بے نظیر بھٹو کے خلاف شواہد جمع کرنے کا بیڑہ اٹھایا۔سیف الرحمٰن نے ایک اعلیٰ سول بیوروکریٹ حسن وسیم افضل کو یہ کام سونپ دیا۔حسن وسیم افضل ذاتی طور پر بے نظیر بھٹو کے خلاف تھے۔اس کی وجوہ پرانی تھیں۔بے نظیر بھٹو نے اپنے اقتدار کے دوران حسن وسیم افضل کی چندترقیاں روک دی تھیں اور انھیں چند ماہ کے لیے معطل بھی رکھا تھا۔حسن وسیم افضل نے احتساب بیورو کے اسپیشل سیل کے انچارج بننے کے بعد بے نظیر بھٹو کے خلاف شواہد جمع کرنا شروع کر دیئے اور وہ بہت جلد سرے محل سے لے کر جعلی کریڈٹ کارڈز اور آصف علی زرداری کی بے شمار آف شو کمپنیوں تک پہنچ گئے۔حسن وسیم افضل کی تفتیش نواز شریف کی ساری حکومت کے دوران جاری رہی۔

۱۹۹۹ء میں نواز شریف کی حکومت ختم ہوگئی۔صدر پرویز مشرف اقتدار میں آئے اور انھوں نے سیف الرحمٰن کے احتساب بیورو کو قومی احتساب بیورو کی شکل دے دی اور جنرل امجد حسین کو اس کا سربراہ بنا دیا۔جنرل امجد حسین نے نیب کی ری کنسٹرکشن کی اور انھوں نے سائنسی بنیادوں پر احتساب کا کام شروع کر دیا۔ان کی جب حسن وسیم افضل کے ساتھ ملاقات شروع ہوئی تو جنرل صاحب نے ان کا کام دیکھا۔لہٰذا انھوں نے حسن وسیم افضل کے سیل کو اسی طرح جاری وساری رکھا۔حسن وسیم افضل نے بے نظیر بھٹو کے خلاف کیس تیار کیے۔یہ کیس سوئٹزرلینڈ کورٹ میں داخل کر دیئے گئے۔اگست ۲۰۰۶ء میں عدالت ان کیسوں کا فیصلہ سنانے لگی تو حکومتِ پاکستان نے عدالت میں درخواست دائر کر دی کہ ہم نے بے نظیر بھٹو کی کرپشن کے مزید ثبوت جمع کیے ہیں۔لہٰذا عدالت فیصلہ دینے سے قبل ان ثبوتوں پر بھی نظر ثانی کر لے۔حکومتِ پاکستان کی درخواست پر عدالت نے فیصلہ محفوظ کر دیا اور اس کے بعد جب بھی پاکستان کا وکیل تاریخ پر عدالت جاتا ہے تو مزید وقت لے کر واپس آ جاتا ہے۔یوں یہ سلسلہ برسوں سے جاری ہے۔حکومت اس درخواست کے ذریعے بے نظیر بھٹو کو بلیک میل کر رہی ہے۔کیوں کہ جب بھی بے نظیر بھٹو حکومت کے خلاف تحریک چلانے کا فیصلہ کرتی ہے' حکومت اپنی درخواست واپس لینے کی دھمکی دے دیتی ہے جب کہ دوسری طرف بے نظیر بھٹو وقت گزار رہی ہیں۔سوئٹزرلینڈ کے قانون کے مطابق اگر چھے برس کے اندر کسی کیس کا فیصلہ نہیں ہوتا تو وہ کیس خود بخود ختم ہو جاتا ہے۔چنانچہ بے نظیر کسی نہ کسی طرح یہ عرصہ گزارنا چاہتی ہیں اور وہ اس کیس کو چھے سال تک لے جانے کے لیے میاں نواز شریف اور حکومت دونوں سے ڈیل کر رہی ہیں۔وہ کبھی حکومت کے ساتھ ڈیل کر رہی ہوتی ہیں تو کبھی نواز شریف کے ساتھ میثاقِ جمہوریت کے مسودے پر دستخط کر رہی ہوتی ہیں۔حکومت بے نظیر بھٹو کے اس حربے سے واقف ہے۔لہٰذا اس کے ساتھ ساتھ حکومتِ پاکستان نے بے نظیر بھٹو کے خلاف ایک اور ریفرنس بھی تیار کر رکھا ہے۔جونہی پہلے ریفرنس کی مدت پوری ہوگی حکومت نیا ریفرنس دائر کر دے گی اور بے نظیر بھٹو مزید چھے برس تک کیس کو نمٹانے میں مصروف ہو جائیں گی۔یہ ریفرنس بھی حسن وسیم افضل نے تیار کیا تھا اور حکومت پاکستان جونہی اشارہ کرے گی یہ ریفرنس بھی دائر کر دیا جائے گا۔بے نظیر بھٹو اور حکومت کے درمیان ڈیل کا سلسلہ چیف جسٹس آف پاکستان کو غیر فعال کرنے کے بعد بہت تیز ہو گیا۔اس کی تیزی کی دو بڑی وجوہ تھیں: پہلی وجہ وکلاء کا ری ایکشن تھا۔حکومت کا خیال تھا چیف جسٹس کو معطل کرنے کے بعد وکلاء برادری اس سطح کا احتجاج نہیں کرے گی

لیکن جب وکلاء سڑکوں پر آئے تو حکومت کے لیے اپنا آپ بچانا مشکل ہو گیا۔ اس ڈیل کی دوسری بڑی وجہ امریکہ میں صدر پرویز مشرف کی مقبولیت میں کمی تھی۔ صدر پرویز مشرف پوری کوشش کے باوجود امریکہ کو دہشت گردی کے خلاف پاکستان کی کوششوں سے مطمئن نہیں کر سکے۔ لہٰذا امریکہ نے پچھلے چند ماہ سے پاکستان پر دباؤ میں اضافہ کر دیا ہے۔ ان دونوں قسم کی صورتِ حال سے نکلنے کے لیے حکومت کو کسی ایک بڑی سیاسی جماعت کی حمایت کی ضرورت تھی۔ بے نظیر بھٹو وہ واحد سیاست دان ہیں جو حکومت کی یہ ضرورت پوری کر سکتی ہیں۔ لہٰذا حکومت نے بے نظیر بھٹو کے ساتھ مذاکرات کا سلسلہ تیز کر دیا ہے۔ بعض لوگوں کا خیال ہے اس ڈیل کا مقصد ۲۰۰۷ء میں ہونے والے الیکشن بھی ہیں۔ ۲۰۰۷ء کے الیکشن میں صدر پرویز مشرف کو دو بڑے مسائل کا سامنا کرنا پڑے گا۔ ایک مسئلہ یونیفارم ہے۔ صدر کو اپنے وعدے کے مطابق الیکشن سے پہلے یونیفارم اتارنا پڑے گی۔ اگر وہ یونیفارم میں رہنا چاہتے ہیں تو انھیں پارلیمنٹ میں دو تہائی اکثریت چاہیے اور یہ دو تہائی اکثریت بے نظیر بھٹو کے بغیر ممکن نہیں۔ دوسرا بڑا مسئلہ اگلی حکومت ہے۔ پچھلے پانچ برسوں میں مسلم لیگ ق کی مقبولیت میں بہت کمی واقع ہوئی ہے۔ لہٰذا حکومت کے لیے اگلے الیکشنوں میں اتنی نشستیں حاصل کرنا ممکن نہیں۔ لہٰذا حکومت کو کسی بڑی سیاسی جماعت کی ضرورت ہے اور اس معاملے میں بھی بے نظیر بھٹو حکومت کا ساتھ دے سکتی ہیں۔

اب تک کی ڈیل میں صدر پرویز مشرف، بے نظیر بھٹو کو تین پیشکشیں کر چکے ہیں۔ پہلی پیشکش کے مطابق اگلے الیکشن کے بعد مخدوم امین فہیم، رضا ربانی، یوسف رضا گیلانی اور آصف علی زرداری کو وزیراعظم بنانے کے لیے تیار کر رہی ہے۔ نمبر دو: حکومت پیپلز پارٹی کو سندھ کی حکومت دینے کے لیے بھی تیار کر رہی ہے۔ نمبر تین: حکومت نے الیکشن کے بعد بے نظیر بھٹو کو واپسی کا راستہ دینے کا وعدہ بھی کیا ہے لیکن یہ تینوں پیشکشیں بے نظیر بھٹو کے لیے قابل قبول نہیں ہیں۔ وہ کسی دوسرے لیڈر کو وزیراعظم تسلیم کرنے کے لیے تیار نہیں۔ وہ سندھ کی حکومت تک بھی محدود نہیں رہنا چاہتی اور ان کی خواہش ہے مشرف الیکشن سے پہلے ان کے خلاف دائر کردہ کیس واپس لے لیں اور وہ خود پاکستان واپس آ کر الیکشن میں حصہ لیں لیکن یہ تینوں شرائط صدر پرویز مشرف کے لیے قابل قبول نہیں۔ صدر پرویز مشرف اور ان کے رفقائے کار جانتے ہیں اگر بے نظیر بھٹو الیکشن سے پہلے پاکستان آ گئیں تو مسلم لیگ ق اتنی نشستیں بھی حاصل نہیں کر سکے گی۔ دوسرا بے نظیر بھٹو بھی صدر پرویز مشرف کو یونیفارم میں قبول نہیں کرے گی۔ آخری اطلاعات تک یہ ڈیل دو نکات پر آ کر رک گئی ہے: پہلے نکتے پر بے نظیر بھٹو، صدر مشرف کی ذات پر حملہ نہیں کریں گی اور وہ حکومت کے خلاف جاری کسی بڑی تحریک میں شریک نہیں ہوں گی۔ پیپلز پارٹی وکلاء کے احتجاج میں بھی کھل کر وکلاء کی طرف داری نہیں کرے گی جب کہ حکومت کی طرف سے سوئس کیس کی پیروی نہیں کی جائے گی۔ ان کے خلاف نئے کیس دائر نہیں کیے جائیں گے اور الیکشن کے قریب پہنچ کر پیپلز پارٹی کے امیدواروں کو الیکشن لڑنے کی بھرپور آزادی دی جائے گی اور ان کے اکثریتی حلقوں میں حکومت دھاندلی نہیں کروائے گی۔ الیکشن کے بعد پیپلز پارٹی سے نشستوں کی بنیاد پر ڈیل کی جائے گی۔ لہٰذا اگر ان حقائق کو دیکھا جائے تو یوں محسوس ہوتا ہے کہ حکومت اور پیپلز پارٹی کے درمیان ڈیل ہو چکی ہے۔ اب یہ آنے والا وقت ہی بتائے گا کہ اس کا کیا نتیجہ نکلتا ہے۔

(مطبوعہ: ہفت روزہ ''ضربِ مومن'' کراچی ۲۰ تا ۲۶/ اپریل ۲۰۰۷ء)

قاری مجیب الرحمٰن (لاہور)

بت ہم کو کہیں کافر!

یکم مارچ ۲۰۰۷ء کے ''نوائے وقت'' میں محترم ڈاکٹر اکبر علی الازہری نے اپنے مضمون بعنوان ''قومی تاریخ کی غلط تفہیم ......ایک المیہ'' میں جس بے باکی اور لسانی سے تاریخ کا حلیہ بگاڑنے کی کوشش کی ہے' اس کو دیکھتے ہوئے' ہمیں مصطفیٰ زیدی کا یہ شعر یاد آ گیا:

ہمارے واسطے یہ رات بھی مقدر تھی
کہ حرف آئے ستاروں پہ بے چراغی کا

اس عہد کا المیہ صرف یہ نہیں ہے کہ لوگ تاریخ کی صحیح تفہیم کا شعور نہیں رکھتے ہیں۔ بلکہ ''خطا تو خود ان کی اور الزام ہم پر'' کے مصداق دوسروں کی آنکھ میں کانٹے دیکھنے والے اپنی آنکھ کا شہتیر دیکھنے سے قاصر ہیں۔ غالباً مولانا رومی کے حوالے سے ایک واقعہ پڑھا تھا کہ ایک کالے بھجنگ حضرت کہیں جنگل میں جا رہے تھے۔ راستے میں ایک آئینہ پڑا پایا۔ اٹھا کر دیکھا تو اپنی مبارک صورت نظر آئی۔ دیکھتے ہی زمین پر پٹخ دیا اور فرمانے لگے:

''اتنے بدصورت ہو تبھی تو کوئی یہاں پھینک گیا ہے۔''

زشت رُو توڑتے ہیں آئینے
آئینوں کی ہنسی نہیں رکتی

محترم ڈاکٹر اکبر علی الازہری کا مذکورہ مضمون اس بات کی عمدہ مثال ہے۔ محترم مضمون نگار نے جمعیت علمائے اسلام کے سیکرٹری اطلاعات کے اس بیان پر کہ ''اقبال اور قائداعظم نے فروغ اسلام میں کوئی نمایاں کردار ادا نہیں کیا'' اپنے مضمون کا تانا بانا تیار کیا ہے۔ اس بیان سے مضمون نگار کو اگر اختلاف ہے تو ہمیں بھی اس پر اعتراض نہیں ہے۔ لیکن ہمیں حیرت کا شدید جھٹکا لگا جب موصوف نے ''بلی کے بھاگوں چھینکا ٹوٹا'' کے مصداق جمعیت کے سیکرٹری اطلاعات سے اختلاف کا ذکر کرتے کرتے جمعیت علماء ہند کے اکابرین پر حرف گیری اور دیوبندی مکتبِ فکر اور ان کے افکار و نظریات کی خبر گیری شروع کر دی۔ مقطع کہتے کہتے انھوں نے جو سخن گسترانہ باتیں کی ہیں' وہ کچھ یوں ہیں:

(۱) اس طبقے کی ذہنی ساخت میں کسی ایسے شخص کو قومی ہیرو یا قائد تو کجا مسلمان ماننے کی بھی گنجائش نہیں جو ان کے اخذ کردہ نتائج و افکار کے سانچے میں نہ ڈھلا ہو۔

(۲) کون نہیں جانتا کہ یہ جمعیت علمائے اسلام اسی جمعیت علمائے ہند کا پاکستانی ایڈیشن ہے۔ جس نے تحریک پاکستان میں ڈٹ کر مسلم لیگ کے منشور انہ قیادت کی مخالفت کی......قائداعظم اور اقبال اگر ان علماء کے کفریہ فتوؤں کے خوف سے الگ ہو کر بیٹھ جاتے یا ان کی تبلیغ سے متاثر ہو کر کانگریسی ملاؤں کے ہم نوا بن جاتے تو آج ان کا نام اس ''مقدس لسٹ'' میں شامل ضرور ہوتا۔

(۳)　قائداعظم نے قیامِ پاکستان کے بعد ان لوگوں کو کھلے دل کے ساتھ نہ صرف قبول کیا بلکہ قوم کو تلقین کی کہ وہ پرانی تلخیوں کو بھلا کر تعمیرِ پاکستان میں لگ جائیں۔ مگر اس طبقے کے اکابرین نے اپنا غصہ نہیں تھوکا۔

(۴)　(تحریک) قیامِ پاکستان میں اس جماعت کے اکابرین حسین احمد مدنی، مفتی کفایت اللہ دہلوی، حبیب الرحمٰن لدھیانوی، مولانا ابوالکلام آزاد...... نے اس سادہ سی بات (دوقومی نظریے) کو سمجھنے کی بجائے جب اس کے خلاف دلائل دینے شروع کر دیئے کہ قومیں نظریے اور مذہب سے نہیں بلکہ علاقائی اور جغرافیائی شناخت سے بنتی ہیں۔ لہٰذا ہندوستان کے تمام باشندے ایک قوم ہیں۔ اس لیے اس کی تقسیم نہیں ہونی چاہیے۔ آگے مولانا حسین احمد مدنی سے متعلق علامہ اقبال کی کتاب ''ارمغانِ حجاز'' سے یہ شعر ''عجم ہنوز نداند رموزِ دیں ورنہ...... الخ نقل کیے ہیں۔ پھر لکھتے ہیں:

اقبال جیسے دانا و بینا شخص کے ان دوٹوک تاثرات کے بعد کسی کے پاس کیا تابِ سخن ہے کہ وہ اس مکتبہ فکر اور ان کے فکری ورثاء کی خدمت میں کچھ عرض کر سکے۔ آخر میں تان اس پر ٹوٹی ہے کہ:

> ''اس مکتبہ فکر کی درس گاہوں سے پڑھ کر جنونی لوگ (الا ماشاء اللہ) وطن عزیز اور بیرون ملک انتہا پسندی کی ایسی مثالیں قائم کر رہے ہیں۔ جس کے انجام کو دیکھ کر خوف محسوس ہوتا ہے۔''

جیسا کہ ہم نے شروع میں عرض کیا کہ مقطع پر ہمیں اعتراض نہیں۔ لیکن مضمون نگار نے اپنی سخن گسترانہ باتوں سے جس طرح تاریخ کے چہرے پر نقاب ڈال کر حق پوشی کی جو ادنیٰ کوشش کی ہے تاریخ کا طالب علم ہونے کے ناتے ہم اس تعصب کا پردہ چاک کرنا ضروری سمجھتے ہیں۔

اکابرین جمعیت علماء ہند نے تحریک پاکستان کی مخالفت کی۔ اس پر اگر کوئی صاحب معترض ہیں تو یہ اُن کا حق ہے لیکن اقبال اور قائداعظم پر ان علماء کے کفریہ فتووں کا الزام لگانا اس چالاک آدمی کا ہی کام ہو سکتا ہے۔ جس کے بارے میں کہا گیا ہے:

جھوٹی بات بنائے، پانی میں آگ لگاوے

علامہ اقبال کے معتمد خاص سید نذیر نیازی سے کون واقف نہیں۔ اقبال کو ان پر اتنا اعتماد تھا کہ اپنی کتاب "Reconstruction of relegious thought in Islam" کے اردو ترجمے کے لیے ان کا انتخاب کیا۔ ان کی مشہور کتاب ''اقبال کے حضور'' سے سبھی مداحین اقبال واقف ہیں۔ اسی کتاب کے صفحہ ۲۵۹ پر سید نذیر نیازی مولانا دیدار علی خطیب مسجد وزیر خان لاہور کے متعلق لکھتے ہیں:

> ''مولانا دیدار علی مرحوم بڑے مکفر تھے۔ ان کی تکفیر سے شاید ہی کوئی شخص بچا ہو۔ اقبال کافر، ظفر علی کافر، کچلو کافر۔''

اس فتوے کی تفصیل مولانا عبدالمجید سالک کی کتاب ''ذکرِ اقبال'' میں بھی موجود ہے۔ سالک صاحب لکھتے ہیں:

> ''اس فتوے پر ملک بھر میں شور مچ گیا۔ مولوی دیدار علی پر ہر طرف سے طعن و ملامت کی بوچھاڑ ہوئی۔ مولانا سید سلیمان ندوی نے ''زمیندار'' میں اس جاہلانہ فتوے کی چھتاڑ کر دی...... مسلمانوں کے تمام طبقات عالم و عامی، قدیم تعلیم یافتہ اور جدید پڑھے ہوئے لوگ علامہ اقبال کو نہایت مخلص مسلمان، عاشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم، دردمندِ ملت، حامی دینِ اسلام تسلیم کرتے تھے اور کہتے تھے کہ اگر ہمارے علماء کے

نزدیک اقبال جیسا مسلمان بھی کافر ہے تو مسلمان کون ہے؟'' (ص ۱۲۷ تا ۱۳۰)

اس زمانہ (۱۹۲۵ء کے لگ بھگ) میں ڈاکٹر کچلو اور مولانا ظفر علی خان بھی مولانا دیدار علی صاحب کے ذوقِ تکفیر کا نشانہ مشق بنے۔ مولانا دیدار علی ایک جماعت ''حزب الاحناف'' کے صدر تھے۔ تکفیر کی گرم بازاری کے سلسلے میں ''حزب الاحناف'' گراں قدر ''خدمات'' سرانجام دے رہی تھی۔

شورش کاشمیری کے بقول:

> ''ڈاکٹر کچلو اور علامہ اقبال تو کفر کی سند حاصل کرنے کے بعد خاموش رہے۔ لیکن ظفر علی خان کو کون خاموش کر سکتا تھا۔ وہ مردِ مجاہد تنہا بدعتی محاذ سے ٹکرا گیا۔ اور نظم ونثر اور تحریر وتقریر سے بدعتیوں کا ایسا ناطقہ بند کیا کہ بریلوی کفر سازوں نے ظفر علی خاں کے مقابلہ میں آنے کے بجائے خفیہ طریقوں سے خطوط کے ذریعے انھیں قتل کی دھمکیاں دینی شروع کر دیں۔'' (''چٹان''۔ ۳؍دسمبر ۱۹۶۲ء)

ملاحظہ فرمایئے! اسی سلسلے میں کہے گئے مولانا ظفر علی خان کے چند اشعار:

جب سے پھوٹی ہے بریلی سے کرن تکفیر کی　　دید کے قابل ہے اس کا انعکاس و انعطاف
سید احمد خان پہ سب و شتم کی بارش کہیں　　اور کہیں علامہ شبلی کو گالی واشگاف
زندگی اس کی ہے ملت کے لیے پیغامِ موت　　کر رہا ہو جو بجائے کعبہ قبروں کا طواف

ایک اور جگہ فرماتے ہیں:

محمد کے غلاموں پہ ہے جاری کفر کا فتویٰ
شریعت کو ہے مشکل بوجھنا آج اس پہیلی کا

قاضی افضل حق قرشی (''اقبال کے ممدوح علماء'') کے مطابق مولانا محمد قاسم نانوتوی، سرسید، شبلی، حالی، ظفر علی خان، ابوالکلام، مولانا عبدالباری فرنگی محلی، محمد علی جوہر کے بعد اقبال اور قائداعظم بھی ان کی دست درازیوں سے نہ بچ سکے:

ناوک نے تیرے صید نہ چھوڑا زمانے میں

ایسے کفریہ فتووں سے ہزاروں صفحات سیاہ کیے گئے۔ محترم قاضی صاحب نے ایسے کفریہ فتاویٰ پر مشتمل کتب کا حوالہ بھی دیا ہے۔ جن میں سے چند کے نام یہ ہیں:

(۱)　قہر القادر علی الکفار اللیاڈر۔ مصنفہ مولوی محمد طیب قادری فاضل مرکزی انجمن حزب الاحناف لاہور

(۲)　احکام نوریہ شرعیہ بر مسلم لیگ۔ مصنفہ مولوی حشمت علی خان

(۳)　الدلائل القاہرہ علی الکفرہ النیا شرہ...... مسلم ایجوکیشنل کانفرنس کے زعماء پر مولوی احمد رضا خاں کا فتویٰ تکفیر۔ جو بعد میں مسلم لیگ پر بھی چسپاں کر دیا گیا۔ اس فتوے کی تائید پر مولوی نعیم الدین مرادآبادی، مولوی دیدار علی، مولوی عبدالحلیم صدیقی میرٹھی (والد الشاہ احمد نورانی) سمیت انھی بریلوی علماء کے دستخط ثبت ہیں۔

علامہ اقبال سرکشن پرشاد کے نام حافظ جماعت علی شاہ صاحب کے متعلق لکھتے ہیں:

''حافظ جماعت علی شاہ صاحب کو میں بہت عرصہ سے جانتا ہوں ۔ وہ ہمارے ضلع سیالکوٹ کے رہنے والے ہیں......ایک دفعہ بنگلور میں ان کی وجہ سے بہت فساد ہونے کو تھا...... بے اعتنائی ان لوگوں کی بالعموم مصنوعی ہوتی ہے اور اس میں سینکڑوں اغراض پوشیدہ ہوتی ہیں......ان کے ہاں جانے کی ضرورت نہ تھی۔ آپ ان کی سمجھ اور گرفت سے بالاتر ہیں۔'' (''اقبال نامہ''۔ حصہ دوم ص ۱۷۹، ۱۸۰)

اب محترم مضمون نگار فرمائیں کہ بریلوی مکتبِ فکر کے علماء کے سوا برعظیم پاک و ہند کے کسی بھی عالم نے اقبال وقائد کی تکفیر کی ہو تو اس کا نام بتائیں اور حوالہ دیں اور اگر نہیں بتا سکتے تو کس طرح کسی دوسرے مکتبہ فکر کی تکفیر سازی کا ملبہ جمعیت علماء ہند اور علماء دیو بند پر ڈال دیا۔

آپ ہی اپنی اداؤں پہ ذرا غور کریں
ہم اگر عرض کریں گے تو شکایت ہو گی

جہاں تک مضمون نگار کی اس بات کا تعلق ہے کہ قیامِ پاکستان کے بعد بھی اس طبقے کے اکابرین نے اپنا غصہ نہیں تھوکا۔ اور جب بھی موقع ملا اس کا اظہار کر دیا...... بہتر تھا مضمون نگار اس بات کا حوالہ بھی دیتے۔ لیکن جب یہ بات مبنی برحق نہ ہو تو وہ اس کا حوالہ کہاں سے لائیں۔ اگر تو مضمون نگار کو حضرت مفتی صاحب مرحوم کی اس بات سے (اور اگر یہ سچ ہے تو) اختلاف ہے کہ ''اللہ کا شکر ہے کہ ہم پاکستان بنانے کے گناہ میں شریک نہیں ہیں'' تو اس کا بھی انھیں حق ہے......لیکن سارے اکابر دیو بند کے متعلق یہ بات کرنا کیسے درست ہو سکتا ہے۔ حالاں کہ یہ بات ریکارڈ پر ہے کہ قیامِ پاکستان کے بعد حضرت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ نے فرمایا تھا:

''میری آخری رائے اب بھی یہی ہے کہ ہر مسلمان کو پاکستان کی فلاح و بہبود کی راہیں سوچنی چاہئیں اور اس کے لیے عملی قدم اٹھانا چاہیے۔''

اور یہی رائے حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ اور حضرت مولانا ابوالکلام آزادؒ کی تھی...... بلکہ حضرت مدنی نے کہا کہ اب پاکستان کا حکم مسجد کا حکم ہے اور مولانا آزادؒ نے فرمایا تھا:

''پاکستان نہ بنتا تو اور بات تھی لیکن اس کا بن کر بگڑنا پورے عالم اسلام کی توہین ہے۔''

مضمون نگار کا یہ لکھنا بھی خلافِ حقیقت ہے کہ اس جماعت کے اکابرین نے کہا تھا کہ قومیں نظریئے اور مذہب سے نہیں بلکہ علاقائی اور جغرافیائی شناخت سے بنتی ہیں...... ہاں البتہ یہ بات حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ سے منسوب ضرور کی گئی تھی۔ اس پر علامہ اقبال نے مولانا کے خلاف اپنے یہ اشعار کہے جو ''ارمغانِ حجاز'' میں شامل ہیں۔ لیکن کیا فاضل مضمون نگار کو یہ معلوم ہے کہ علامہ اقبال اور حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ کے ایک مشترکہ عقیدت مند علامہ طالوت نے اس بات کا تصفیہ کرا دیا تھا کہ حضرت مدنیؒ سے منسوب یہ بیان غلط تھا۔ چنانچہ اس کے بعد علامہ اقبال کا یہ تردیدی بیان ۲۸ / مارچ ۱۹۳۸ء کو روزنامہ ''احسان'' لاہور میں شائع ہوا کہ مجھے اس اعتراف کے بعد اعتراض کا کوئی حق باقی نہیں رہتا۔ نیز ایڈیٹر ''احسان'' کے نام خط میں علامہ اقبال نے لکھا کہ میں مولانا کے عقیدت مندوں......کو یقین دلاتا ہوں کہ مولانا کی حمیتِ دینی کے احترام میں میں ان کے کسی عقیدت مند سے پیچھے نہیں ہوں۔

اب رہ گیا یہ سوال کہ پھر یہ تین اشعار علامہ اقبال کے مجموعۂ کلام ''ارمغانِ حجاز'' میں کیوں کر شامل ہیں۔ تو ان کے بارے میں ماہرِ اقبالیات خواجہ عبدالوحید، پروفیسر یوسف سلیم چشتی اور ڈاکٹر عبدالسلام خورشید کی رائے یہ ہے کہ یہ مجموعۂ کلام علامہ کی وفات کے بعد شائع ہوا۔ اگر یہ مجموعہ علامہ کی زندگی میں چھپتا تو یہ اشعار اس میں شامل نہ ہوتے۔ اس بات کی تائید ابھی حال ہی میں ماہنامہ ''نقیبِ ختم نبوت'' ملتان میں شائع ہونے والے لندن میں مقیم انڈین نژاد عالم دین مولانا عتیق الرحمن سنبھلی کے مضمون سے بھی ہوتی ہے۔ جس میں نہ صرف مشہور ماہر اقبالیات پروفیسر محمد شریف بقا نے ان کی تائید کی ہے۔ بلکہ فرزندِ اقبال محترم جاوید اقبال نے بھی اسی نقطۂ نظر کی حمایت کی ہے۔ مولانا سنبھلی نے فرزندِ اقبال سے یہ بھی مطالبہ کیا تھا کہ ان اشعار کو کلام اقبال سے حذف کر دیا جائے۔ جس پر فرزندِ اقبال کا جواب تھا کہ اب بوجوہ یہ چیز ان کے اختیار میں نہیں ہے۔

مضمون نگار صاحب اس کے بعد ارشاد فرماتے ہیں کہ ''اقبال جیسے دانا و بینا شخص کے ان دوٹوک تاثرات کے بعد کسی کے پاس کیا تابِ سخن ہے کہ وہ اس مکتبہ فکر اور ان کے فکری ورثاء کی خدمت میں کچھ عرض کر سکے۔'' ''دوٹوک تاثرات'' کی حقیقت آپ اوپر کی سطور میں ملاحظہ فرما چکے ہیں۔ اس کے بعد تابِ سخن باقی رہنی بھی نہیں چاہیے۔ لیکن ہمارے اور مضمون نگار کے مشترک ممدوح حضرت علامہ اقبال کو البتہ اس مکتبِ فکر کی مدحت سے باز رکھنا ہمارے بس کی بات بھی نہیں ہے اور نہ ہی مضمون نگار کی۔ چونکہ مضمون نگار، اقبال کو دانا و بینا شخص مان چکے ہیں...... اس لیے اس مکتبِ فکر کی صفائی میں اپنی طرف سے کچھ کہنے کی بجائے اقبال کے خیالات پر ہی اکتفا کریں گے۔

سید نذیر نیازی نے ''اقبال کے حضور'' میں لکھا ہے کہ اقبال نے ایک دفعہ فرمایا:

> ''دیوبند ایک ضرورت تھی۔ اس سے مقصود تھا ایک روایت کا تسلسل۔ وہ روایت جس سے ہماری تعلیم کا رشتہ ماضی سے قائم ہے۔'' (ص ۲۹۳)

نیز صاحبزادہ آفتاب احمد خان کے نام ''علوم اسلامیہ'' کے متعلق ان کے نوٹ کے جواب میں لکھا:

> ''میری رائے ہے کہ دیوبند اور ندوہ کے لوگوں کی عربی علمیت ہماری دوسری یونیورسٹیوں کے گریجویٹ سے زیادہ بہت زیادہ ہوتی ہے۔'' (''اقبال نامہ''۔ حصہ دوم۔ ص ۲۱۷)

اسی مکتبِ فکر کے ایک بڑے عالم اور دارالعلوم دیوبند کے مدرس حضرت مولانا انور شاہؒ سے اقبال کے بڑے گہرے تعلقات تھے اور وہ مختلف اشکالات کے لیے حضرت مولانا انور شاہ کشمیریؒ سے استفادہ کرتے تھے۔ حضرت مولانا انور شاہ کشمیریؒ کی وفات پر اقبالؒ نے لاہور میں تعزیتی جلسہ اپنے اہتمام سے کرایا اور اپنی صدارتی تقریر میں فرمایا:

> ''مولانا محمد انور شاہ صاحبؒ کی مثال پیش کرنے سے اسلام کی پانچ سو سال کی تاریخ عاجز ہے۔''

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

اسی مکتبِ فکر سے تعلق رکھنے والی عظیم شخصیت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کے خلیفۂ ارشد حضرت سید سلمان ندویؒ کے متعلق اقبال نے لکھا:

''مولانا شبلی کے بعد آپ استاذ الکل ہیں (''اقبال نامہ'' ۔اوّل ص ۷۱) ایک دفعہ فرمایا: ''علوم اِسلامیہ کی جوئے شیر کا فرہاد آج ہندوستان میں سوائے سید سلمان ندویؒ کے اور کون ہے۔'' (حوالہ بالا۔ص ۱۱۱)

حضرت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کے متعلق فرمایا کہ شاہ جی اسلام کی چلتی پھرتی تلوار ہیں......ایک دفعہ فرمایا کہ مجھے مجلسِ خلافت کے ان ارکان سے ہمدردی ہے......خاص کر مولوی سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ اور خواجہ عبدالرحمٰن غازیؒ ایسے مشہور کارکنوں سے ہمدردی ہے۔ (''گفتارِ اقبال'' ص ۴۰،۴۱)

مولانا ابوالکلام آزادؒ کے متعلق فرمایا کہ ''میرے دل میں مولانا ابوالکلام آزاد کی بڑی عزت ہے اور ان کی تحریک سے ہمدردی۔'' (''اقبال نامہ'' اوّل ص ۱۱۱)

حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ کو مشورہ کے لیے گھر میں مدعو کیا کرتے تھے۔ حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کے متعلق خواجہ حسن نظامیؒ کے نام ایک مکتوب میں لکھا:

> ''حضرت! میں نے جلال الدین رومی کی مثنوی کو بیداری میں پڑھا ہے اور بار بار پڑھا ہے۔ مولوی اشرف علی صاحب تھانوی سے پوچھئے کہ وہ اس کی تفسیر کس طرح کرتے ہیں۔ میں اس بارے میں اِنھی کا مقلد ہوں۔'' (مقالات۔ص ۱۸۰)

اب مضمون نگار کو اپنے ممدوح علامہ اقبال کی دانائی و بینائی پر بھروسہ کرتے ہوئے اپنے ان خیالات سے رجوع کر لینا چاہیے......اور اقبال کی طرح علمائے دیوبند کے علم وفضل اور دینی خدمات کا اعتراف کر لینا چاہیے۔

آخری بات یہ کہ مضمون نگار کو اس طبقۂ فکر کے متعلق وہ علماء تو یاد رہے جنھوں نے تحریک پاکستان سے اختلاف کیا تھا لیکن انھیں اس مکتبِ فکر سے تعلق رکھنے والے عظیم عالم دین مولانا اشرف علی تھانویؒ کا خیال کیوں نہیں آیا۔ جن کے متعلق قائداعظم نے فرمایا تھا کہ ''مسلم لیگ کے ساتھ ایک بہت بڑا عالم ہے جس کے علم وتقدس اور تقویٰ کو اگر ایک پلڑے میں رکھا جائے تو اس کا پلڑا بھاری ہوگا۔ وہ مولانا اشرف علی تھانویؒ ہیں۔ مسلم لیگ کو ان کی حمایت کافی ہے۔'' اور اسی مکتبِ فکر کے علماء کی خدمات کے اعتراف کے طور پر قائداعظم نے پاکستان کی پرچم کشائی کا اعزاز مولانا شبیر احمد عثمانیؒ اور مولانا ظفر احمد عثمانیؒ کو بخشا اور قائداعظم کی نماز جنازہ پڑھانے کی سعادت بھی اس مکتبِ فکر سے تعلق رکھنے والے عالم دین مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کے حصے میں ہی آئی......اس کے باوجود بھی مضمون نگار کا یہ کہنا کہ ''اس مکتبہ فکر کی درس گاہوں سے پڑھ کر نکلنے والے جنونی لوگ (الا ماشاء اللہ) وطن عزیز اور بیرون ملک انتہا پسندی کی ایسی مثالیں قائم کر رہے ہیں جن کے انجام کو دیکھ کر خوف محسوس ہوتا ہے تو اس پر ہم اکبرالہٰ آبادی کے الفاظ میں یہی عرض کر سکتے ہیں:

سورج میں لگے دھبا' فطرت کے کرشمے ہیں
بت ہم کو کہیں کافر' اللہ کی مرضی ہے

حکیم حافظ محمد قاسم (چیچہ وطنی)

نفاذِ اسلام اور پاکستان

پاکستان کو وجود میں آئے ہوئے تقریباً ۶۰ سال ہونے کو ہیں۔کلمہ طیبہ کی بنیاد پر بنایا گیا پاکستان آج جس حالت میں ہے' سب کے سامنے ہے۔ برصغیر کے عوام نے مسلم لیگ کے پرچم تلے جمع ہوکر جدوجہد شروع کی' اس کے نتیجہ میں پاکستان بن گیا۔ عوام کو یہ باور کرایا گیا کہ ایک علیحدہ مملکت بنا کر وہاں اسلامی نظام کا نفاذ ہوگا۔ جب کہ اس وقت کی ایک اہم سیاسی و مذہبی جماعت مجلس احرار اسلام نے تقسیم برصغیر کے پیش کردہ فارمولے سے اختلاف کیا۔ امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ نے دہلی میں عوام کے ایک بھرپور اجتماع میں تقسیم کے بعد ہونے والے واقعات کی پیش گوئی کی جو حرف بہ حرف سچ ثابت ہوئی۔

انھوں نے کہا کہ جو لیڈر اپنے ۶ فٹ قد پر اسلام نافذ نہیں کر سکتے' وہ اتنے بڑے ملک پر کس طرح اسلام نافذ کریں گے؟ اس وقت بھی بعض علماء نے خلوص کے ساتھ مسلم لیگ کے ساتھ مل کر تحریک میں حصہ لیا۔ پاکستان بننے کے بعد حضرت علامہ شبیر احمد عثمانی کو جس طرح اسمبلی میں بے عزت کیا گیا' وہ بھی تاریخ کا حصہ ہے۔

آخر علماء نے مدارس کا رخ کیا کہ طلباء کی ذہن سازی کر کے نفاذِ اسلام کی کوشش کی جائے۔ آج ۶۰ سال ہونے کو ہیں لیکن حکمرانوں کی طرف سے اس سلسلہ میں کوئی پیش رفت نہ ہوئی۔ کافرانہ نظام جمہوریت کے ذریعہ اسلام لانے کی کوشش کی۔ اس میں صرف تحریک ختم نبوت ۱۹۷۴ء کے علاوہ کوئی تحریک کامیاب نہ ہو سکی۔ علماء کرام کی قلیل تعداد ہونے کے باوجود اسمبلی سے قادیانیوں کو کافر قرار دیا گیا۔ جب کہ امتناعِ قادیانیت آرڈیننس اور تحفظ ناموسِ رسالت (صلی اللہ علیہ وسلم) کا کارنامہ شہید صدر محمد ضیاء الحق کی ذات تک محدود تھا۔ اس کے بعد بے نظیر اور نواز شریف کے دور اقتدار میں متعدد باران دفعات کو چھیڑنے کی کوشش کی گئی لیکن اسمبلی سے باہر کام کرنے والی تحفظ ختم نبوت کی جماعتوں کے شدید احتجاج پر اس کام سے رک گئے۔ آج وہ دور ہے کہ علماء کرام کی اکثریت اسمبلی میں ایک طاقت رکھتی ہے۔ دو صوبوں میں علماء اقتدار میں ہیں لیکن نفاذ اسلام کی کوئی تحریک ابھی تک شروع ہوئی اور نہ ہی شروع ہوتی نظر آرہی ہے۔ بجائے اس کے کہ نفاذِ اسلام کی کوشش کی جاتی۔ پہلے سے موجود حدود آرڈیننس بھی ختم کر دیا گیا اور اب تو امتناعِ قادیانیت آرڈیننس اور تحفظِ ناموسِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کی شقیں بھی آئین سے نکالنے کی باتیں ہورہی ہیں۔ جس کا عندیہ سید مشاہد حسین نے پیرس میں اخبار نویسوں سے بات کرتے ہوئے دیا ہے۔ سارے تجربے ہو چکے، اقتدار بھی مل گیا۔ اسمبلی میں بھاری اکثریت بھی مل گئی لیکن اسلام کا نفاذ ممکن نہ ہو سکا۔ اگر ایک شخص اسلام کے نفاذ کی بھرپور کوشش شروع کرتا ہے تو

اس کے خلاف بیان بازی شروع ہو جاتی ہے۔ یہ وہی لال مسجد ہے جہاں بڑے بڑے لیڈران علماء کرام جمعہ کا خطاب کیا کرتے تھے۔ آج اگر انھوں نے مساجد اور مدارس کے تحفظ کے لیے کوئی سٹینڈ لیا ہے تو دینی، سیاسی قیادت خاموش کیوں ہے؟ کیا مساجد اور مدارس کا تحفظ مولانا عبدالعزیز اور مولانا عبدالرشید غازی پر ہی فرض ہے۔ مسجد امیر حمزہ کا سنگِ بنیاد رکھ دیا گیا لیکن تعمیر آج تک شروع نہ ہوئی۔ اگر جامعہ حفصہ کی طالبات باپردہ رہ کر لائبریری پر قبضہ کرلیں تو وہ غیر شرعی ہے اور ایم ایم اے کی ارکان اسمبلی سڑکوں پر جمہوریت کے تحفظ کے نعرے لگائیں تو یہ شرعی فعل ہے۔

''سویرے سویرے'' کے نام سے لکھنے والے نام نہاد صحافی رات کی تاریکیوں میں شراب کے خمار میں بے ہودہ زبان علماء کرام کے خلاف لکھے تو لکھے لیکن ایک عالم دین اور صوبہ سرحد کے صوبائی وزیر تعلیم کے جو الفاظ ۱۴/اپریل کے ''اسلام'' میں شائع ہوئے پڑھ کر دلوں پر جو زخم لگے ہیں۔ وہ کب مٹ سکتے ہیں۔ فرماتے ہیں: ''جمہوری طریقے سے انقلاب کے داعی ہیں اور جامعہ حفصہ (رضی اللہ عنہ) کے منتظمین کو پاگل خانے بھیجا جائے۔'' (لاحول ولاقوۃ الا باللہ)

یہ ہے وہ گھناؤنا کردار کہ کافرانہ نظام کے ذریعے اسلامی انقلاب کا دعویٰ کرتے ہیں گویا گند اور غلاظت کے پہاڑ پر کھڑے ہو کر اپنے پاک اور پوتر ہونے کا اعلان کر رہے ہیں۔

مکاتیب الکریم نمبر

اکابر علماء دیوبند کے قافلۂ علم و عزیمت کے معتمد و رفیقِ خاص

شیخ التفسیر حضرت مولانا قاضی عبدالکریم کلاچوی فاضل دیوبند

کے مبارک ہاتھوں سے مولانا عبدالقیوم حقانی کے نام لکھے ہوئے

علمی، ادبی، تاریخی اور اصلاحی مکاتیب کا حسین مجموعہ

عمومی قیمت: -/250 روپے۔ تاہم نئے خریدارانِ القاسم سالانہ چندہ 200+100=300 روپے بھیج کر بذریعہ ڈاک سال بھر کے القاسم سمیت خصوصی اشاعت بھی حاصل کرسکتے ہیں۔

رابطہ کے لیے

ماہنامہ ''القاسم'' جامعہ ابوہریرہ برانچ پوسٹ آفس خالق آباد نوشہرہ سرحد پاکستان

فون: 0923-630237　　موبائل: 0333-9102770

پروفیسر خالد شبیر احمد

اکابر احرار عدالت کے کٹہرے میں

وہ دیوانے آزادی کے تھے' کون کہ جانوں پر کھیلے
گنجشکِ حریت کو کس نے شہپر باندھا شہباز کیا

☆مولانا ابوالکلام آزادؒ:

''تاریخ کی سب سے بڑی ناانصافیاں میدانِ جنگ کے بعد عدالت کے ایوانوں میں ہوئی ہیں۔ یقیناً میں نے کہا ہے کہ موجودہ گورنمنٹ ظالم ہے۔ لیکن اگر میں یہ نہ کہوں تو اور کیا کہوں۔ میں نہیں جانتا کہ کیوں مجھ سے توقع کی جائے کہ ایک چیز کو اس کے اصل نام سے نہ پکاروں۔ میں سیاہ کو سفید کہنے سے انکار کرتا ہوں۔ میں یقیناً یہ کہتا رہا ہوں کہ ہمارے فرض کے سامنے دو ہی راہیں ہیں۔ گورنمنٹ ناانصافی اور حق تلفی سے باز آجائے' اگر باز نہیں آسکتی تو مٹا دی جائے۔ میں نہیں جانتا کہ اس کے سوا کیا کہا جاسکتا ہے؟ یہ تو انسانی عقائد کی اتنی بڑی سچائی ہے کہ صرف پہاڑ اور سمندر ہی اس کے ہم عمر کہے جاسکتے ہیں، جو چیز بُری ہے اسے یا تو درست ہو جانا چاہیے یا مٹ جانا چاہیے۔ تیسری بات کیا ہوسکتی ہے۔ جب میں اس گورنمنٹ کی برائیوں پر یقین رکھتا ہوں تو یقیناً یہ دعا نہیں مانگ سکتا کہ درست بھی نہ ہو اور اس کی عمر بھی دراز ہو۔ میں نے پچھلے سالوں بجز ۱۲۴ الف کی مخالفت کے اور کوئی کام نہیں کیا۔ مسٹر مجسٹریٹ! اب میں اور زیادہ وقت کورٹ کا نہیں لوں گا۔ یہ تاریخ کا ایک دلچسپ اور عبرت ناک باب ہے' جس کی ترتیب میں ہم دونوں یکساں طور پر مشغول ہیں۔ ہمارے حصے میں یہ ملزموں کا کٹہرا آیا ہے اور تمہارے حصے میں وہ مجسٹریٹ کی کرسی۔ میں تسلیم کرتا ہوں کہ اس کام کے لیے وہ کرسی اتنی ہی ضروری ہے جس قدر یہ کٹہرا۔ آؤ اس یادگار بننے والے کام کو جلد ختم کردیں۔ مؤرخ ہمارے انتظار میں ہے اور مستقبل کب سے ہماری راہ تک رہا ہے۔ ہمیں جلد از جلد یہاں آنے دو اور تم بھی جلد از جلد فیصلہ لکھتے رہو۔ ابھی کچھ دنوں یہ کام جاری رہے گا یہاں تک کہ ایک دوسری عدالت کا دروازہ کھل جائے گا۔ یہ خدا کے قانون کی عدالت ہے۔ وقت اس کا جج ہے اور وہ فیصلہ لکھے گا اور اسی کا فیصلہ آخری فیصلہ ہوگا۔'' (''قولِ فیصل''۔ ۱۱ر جنوری ۱۹۲۲ء)

☆امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ:

''آپ میری زبان قطع کرسکتے ہیں لیکن مجھ سے یہ حق نہیں چھین سکتے کہ میں ہندوستانیوں کو انقلاب کی دعوت دوں اور انھیں اس پر ابھاروں کہ وہ اپنی آزادی کا مطالبہ کریں۔'' (ڈھاکہ۔ ۱۹۳۱ء)

☆رئیس الاحرار مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانویؒ:

''میرا عقیدہ ہے کہ سطح ارضی کے اجلے دامن پر برطانوی حاکمیت معصیت کا ایک سیاہ داغ ہے اور اس داغ کا دھونا اگر جرم ہے تو میں اقرار جرم کرتا ہوں۔ کہیے آپ کے قانون کی کیا منشا ہے۔'' (لدھیانہ۔ ۱۹۳۰ء)

☆ مفکرِ احرار چودھری افضل حقؒ:

''میں نے کوئی غلطی نہیں کی۔ میں نے تو اس غلطی کے خلاف احتجاج کیا ہے جو ہندوستان نے غلامی کی صورت میں اختیار کی ہوئی ہے۔'' (ہوشیار پور۔۱۹۲۱ء)

☆ شورش کاشمیریؒ:

''مجھے اعتراف ہے کہ میرے الفاظ کی شدت سے قانون کے ماتھے پر برہمی پیدا ہوگئی ہے۔ لیکن میں کیا کروں خود میرا دماغ اپنے ملک کی غلامی کے تصور سے زخمی ہے اور مجھے اس سے گھن آتی ہے کہ میری قوم نے زنجیروں کو ہی زندگی کا سہارا بنالیا ہے۔ مجھے خوشی ہوگی اگر یہ عدالت جو ہندوستانی کہلاتی ہے' کرسی چھوڑ کر ملزموں کے کٹہرے میں آجائے اور سوچے تو یہ اس کے لیے تاریخ کی منصفانہ پکار ہے۔'' (ملتان۔۱۹۳۹ء)

☆ ضیغمِ احرار شیخ حسام الدینؒ:

''اگر یہ کہنا جرم ہے کہ برطانیہ ہندوستان سے دستبردار ہوجائے تو میں عدالت کو اپنے فیصلے سے مطلع کرنا چاہتا ہوں کہ میں نے اس عقیدے کی اشاعت کو اپنا کاروبار بنالیا ہے کہیے سرکار کی کیا مرضی ہے؟
(لاہور۔دسمبر ۱۹۳۹ء)

☆ زعیم احرار ماسٹر تاج الدین انصاریؒ:

''اگر مجھ میں ضمیر کی سچائی کا جوہر نہ ہوتا تو میں آپ کی غلامی کا اقرار کرلیتا۔'' (لدھیانہ۔۱۹۲۱ء)

☆ شہید احرار مولانا گل شیر شہیدؒ:

''مسٹر مجسٹریٹ! آپ مسلمان ہیں اور مجھ سے پوچھتے ہیں کہ میں نے قانون دفاع ہند کی دفعہ ۲۸ کو توڑا ہے۔ جی ہاں! لیکن آپ نے برطانوی غلامی قبول کرکے خدائی قانون سے بغاوت کی ہے۔''
(میانوالی۔نومبر ۱۹۳۹ء)

☆ مولانا احسن عثمانیؒ:

''آپ میرے لیے خواہ کچھ سزا تجویز کریں لیکن میں محسوس کرتا ہوں کہ اس جنگ میں بحیثیت ہندوستانی برطانوی شہنشاہیت کا دفاع ملک اور قوم کے ضمیر سے غداری ہے۔'' (سرگودھا۔۱۹۴۱ء)

☆ مولانا غلام غوث ہزارویؒ:

''میرا ایمان ہے کہ تاریخ نے اپنی گود میں برطانوی شہنشاہیت سے بڑھ کر شرف و مجد انسانی کا کوئی دشمن نہیں پالا۔'' (ہزارہ۔۱۹۴۰ء)

☆ قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ:

''میں صرف یہ بتانا چاہتا ہوں کہ آپ نے جو مقدمہ مجھ پر بنایا ہے اس نے میرے حوصلوں کو شکست نہیں دی' بلکہ مجھے یقین ہوگیا ہے کہ برطانوی سامراج چہرۂ امروز پر برص کا داغ ہے۔''

☆ سردار محمد شفیعؒ (سالارِ اعلیٰ مجلس احرار اسلام ہند)

”جب میں اس عدالت کو عدالت ہی تسلیم نہیں کرتا تو پھر بیان کیسا؟“

☆ غازی محمد حسینؒ (سالارِ اعلیٰ مجلس احرار اسلام پنجاب):

”مسٹر مجسٹریٹ! آپ جسے جرم سمجھ رہے ہیں وہ تو سچائی کا اظہار ہے میں نے سزا سن کر فیصلہ کرلیا ہے کہ جب تک زندہ ہوں اس کی اشاعت میرے نصب العین میں داخل رہے گی۔“ (لدھیانہ۔۱۹۲۱ء)

☆ صوفی عنایت محمد پسروریؒ:

”قانون دفاع ہند، انسانی ضابطہ ہے۔ اور قرآن مجید ربّانی ضابطہ ہے قرآن کی پکار پر انسان کے قانون کو توڑا ہے۔“ (راولپنڈی۔۱۹۳۹ء)

☆ حافظ علی بہادر خاںؒ:

”مجھے فخر ہے کہ میں نے اپنی قوم کے دل و دماغ میں انقلاب کے تخم کی آبیاری کی ہے اور یہی ایک مقصد ہے، جس کی آرزو مجھے عدالت کے کٹہرے میں کشاں کشاں لے آئی ہے۔“ (سرگودھا۔۱۹۴۱ء)

☆ عبدالغفور انوریؒ:

”جس حکومت کے اعوان و انصار نے غلافِ کعبہ جلایا ہو، میں اس کی طرف اشتراک کا ہاتھ کیسے بڑھا سکتا ہوں۔“ (ملتان۔۱۹۳۹ء) (ماخوذ ”ترجمان احرار“، روزنامہ ”آزاد“ لاہور۔ ۲۶/جنوری ۱۹۴۷ء)

عالمی شہرت یافتہ صحافی ڈاکٹر جاوید کنول کے خلاف قادیانی سربراہ مرزا مسرور احمد کے خطبہ جمعہ کا جواب

جھوٹا کون؟

ایک ایمان افروز کتاب جس میں جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ اقدس میں ڈنمارک سے شائع ہونے والے توہین آمیز خاکوں میں سازش کے اصل کردار قادیانی لابی کے مکروہ عزائم بے نقاب ہوتے ہیں۔ فرزندانِ توحید اور کارکنانِ تحریک ختم نبوت اس کتاب کو گھر گھر پہنچا کر قادیانیت (احمدیت) کا اصل چہرہ آشکار کرنے میں اپنا دینی و قومی فریضہ ادا کریں۔

پاکستان میں ہدیہ:-/75 روپے   تاجران و تبلیغی مقاصد لیے خصوصی رعایت

برطانیہ میں رابطہ کے لیے: 0039339855743 Fax:00390471922519

jangitaly@yahoo.co.uk, arpublisher@yahoo.co.uk

پاکستان میں رابطے کے لیے: بخاری اکیڈمی دارِ بنی ہاشم مہربان کالونی ملتان 061-4511961

مکتبہ معاویہ جامع مسجد روڈ چیچہ وطنی 040-5482253

ahrarkhatmenubuwwat@yahoo.com,

mrameez_34@hotmail, mrameez_34@yahoo.com

تحریر: ڈیوڈ ڈیوک
ترجمہ وتلخیص: پروفیسر مختار پرویز

امریکہ پر دہشت گرد حملے کیوں ہوئے؟

ڈیوڈ ڈیوک یورپین امریکین اتحاد اور رائٹس آرگنائزیشن (یورو) کے نیشنل صدر ہیں۔ ذیل کا مضمون انھوں نے ورلڈ ٹریڈ سنٹر کی تباہی کے تقریباً دو ماہ بعد ۳۰/ اکتوبر ۲۰۰۱ء کو لکھا۔ اس میں انھوں نے امریکہ میں یہودیوں کی کارستانیوں کا احاطہ کیا ہے۔ (ادارہ)

ہم جدید تاریخ کے بدترین دہشت گرد حملوں کا مشاہدہ کر چکے ہیں۔ ۱۱/ ستمبر ۲۰۰۱ء کو اغوا شدہ مسافر طیارے براہِ راست ورلڈ ٹریڈ سنٹر نیویارک اور پینٹا گان واشنگٹن سے ٹکرائے۔ جس سے ہزاروں امریکی زخمی اور مارے گئے۔ جبکہ مالی نقصان کا تخمینہ ایک کھرب ڈالر سے زائد ہے۔ یہ واقعہ پوری دنیا میں معاشی بدحالی کا پیش خیمہ ہوسکتا ہے۔ اس خوف ناک دہشت گردی کے اقدام کا مقابلہ کرنے کے لیے امریکی کہہ رہے ہیں کہ جنھوں نے بھی یہ نفرت انگیز فعل کیا ہے انھیں قانون کے مطابق سخت ترین سزا دینی چاہیے۔ تاکہ امریکی سرزمین کو ایسے اقدامات سے روکا جائے۔

یہ بھی کہا جارہا تھا کہ مستقبل میں دہشت گردی دنیا میں سائنسی علوم کی بدولت ۱۱/ ستمبر سے بھی زیادہ خوفناک ہوسکتی ہے۔ ان کی دہشت گردی شاید دھماکوں سے نہ ہو بلکہ خاموشی سے موت کا سبب بننے والے جراثیمی یا تابکاری اثرات کے ذریعے ہو۔ ان خوفناک خطرات سے مکمل طور پر بچنے کے لیے امریکی حکومت کو مستقبل میں کروڑوں ڈالر خرچ کرنا یا کروڑوں بم برسانا مشکل ہے۔ درحقیقت جتنے مزید بم اور تباہی پھیلا سکتے ہیں اتنا ہی دہشت گردوں کا ردّعمل شدید ہوگا۔ محض فوجی طاقت دفاع کا نام نہیں۔ اگر طاقت ور اقوام نے کمزور اقوام پر حملے کیے تو وہ اس سزا سے قطعاً نہیں بچ سکتے۔ کوئی چھوٹی یا کمزور قوم یا کوئی سیاسی وجود امریکی عوام الناس سے دہشت گردی کا آسانی سے بدلہ لے سکتی ہے۔ کوئی بھی قوم اب ناقابل تسخیر نہیں ہے۔

ہمیں سمجھنا یہ ہے کہ اس دہشت گردی کے پس منظر کے اصل مقاصد کیا ہیں؟ ہم مستقبل میں ان سے محفوظ کیسے ہوسکتے ہیں؟ ہم امریکی اپنے آپ سے پوچھتے ہیں کہ ہم صرف اس دہشت گردی کا نشانہ کیوں بنیں۔ کیا ہم خود اس میں شامل تو نہیں ہوئے۔ اگر آپ کو یہ مسئلہ درپیش ہے تو آپ اس کا سبب مت پوچھیں بلکہ اچھے حل ڈھونڈیں اور اس پر عمل کریں اگر مسئلہ جوں کا توں رہا تو یہ درست بھی ہوسکتا ہے اور بدتر بھی۔

امریکی ابلاغ عامہ نے ہمیں اس خونی حملوں سے لحہ بہ لحہ باخبر رکھا ہے۔ انھوں نے ہمیں بتایا ہے کہ اس حملے کے پس پشت کون ہیں؟ صہیونی ابلاغِ عامہ نے بڑے محتاط انداز میں قابل فہم وجوہات دینے کی کوشش کی کہ یہ حملے کیوں ظہور

پذیر ہوئے۔ حملہ آوروں کو بزدل کہا گیا۔ جو یقینی طور پر غلط ہے۔

دہشت گردوں نے ناقابل بیان خوفناک اور ظالمانہ اقدام امریکی عوام کے خلاف اٹھائے مگر یہ یقینی طور پر بزدل نہیں ہیں۔ کیوں کہ کسی مقصد کی خاطر جان دینا بزدلی نہیں۔ لہٰذا ان دہشت گردوں کو بزدل اور جنونی کہنا مناسب نہیں اور نہ ہی اس سوال کا جواب ہے کہ ایسے حملے کیوں ہوئے؟ سوال یہ ہے کہ یہ حملے ہر جنونی ٹریڈ سنٹر اور پینٹا گان پر کیوں کرنا چاہتا ہے؟ اگر ہم مستقبل میں ان حملوں سے بچنا چاہتے ہیں تو سب سے پہلے لفظ ''کیوں'' کو سمجھنا ہوگا۔ پہلا سوال کہ یہ حملے سویڈن اور سوئٹزرلینڈ پر کیوں نہیں کیے گئے۔ اگر میں صاف گوئی سے کام لوں تو حتمی طور پر امریکہ کا اسرائیل کے مجرمانہ رویے کا بالواسطہ تعاون اس کا اصل سبب ہے۔

دہشت گردی کا جواب دہشت گردی:

فلسطین اور اس کے بہت سے عرب اتحادی پچھلی نصف صدی سے اسرائیل کی دہشت گردی کا واضح نشانہ ہیں۔ ۱۹۴۰ء کے اختتام پر اسرائیل نے فلسطین پر قبضہ کرلیا اور سات لاکھ فلسطینیوں کو ان کے گھروں سے بے دخل کر دیا گیا۔ ۲۵۴ فلسطینی جن میں بوڑھے، عورتیں اور بچے شامل تھے، ان کو دیارِ یاسین Dier Yasin میں قتل کیا گیا۔ یہاں تک کہ حاملہ فلسطینی خواتین کے پیٹ تک چاک کر دیئے گئے۔

(۱)　اس خونریزی کے بعد قاتلوں کی اس طرح تشہیر کی گئی کہ مزید لوگ اپنے گھر اور کاروبار چھوڑ کر فرار ہو جائیں۔ جنھیں ابھی تک اپنے گھروں میں واپس آنے کی اجازت نہیں دی گئی۔ سابق اسرائیلی وزیراعظم Menachin Beg نے اپنی کتاب Revolt میں لکھا ہے کہ وہ دیارِ یاسین کی فتح کے بغیر اسرائیل ادھورا ہے۔

(۲)　اسرائیلی ریاست کے قیام کے بعد قتل عام بند نہیں ہوا بلکہ وقتاً فوقتاً امن اور جنگ ہوتی رہی۔ چند ایک قتل عام جن میں شرفات، کبائیہ، کفر قاسم، الصاموشتیلہ، صابرہ، اویان قارہ، الاقصیٰ مسجد، ابراہیم مسجد، جبیلیہ ہیں۔

(۳)　اسرائیل، نسل کشی کی پالیسی کو برقرار رکھے ہوئے ہے اور وہ فلسطینی جو صدیوں سے نسل در نسل آباد تھے۔ ان کو ملک بدر کیا گیا اور دنیا کے کونے کونے سے یہودیوں کو اسرائیل میں آباد ہونے کی اجازت دے دی گئی۔ یہاں تک کہ برطانیہ بھی اسرائیل کی دہشت گردی سے نہ بچ سکا۔ کنگ ڈیوڈ ہوٹل یروشلم پر اس نے بمباری کر دی۔ تاریخ کے بدترین دور میں اسرائیل میں مقید، قیدیوں کی تعداد روس کے سٹالن اور سرخ چین سے بھی زیادہ ہے۔ فلسطینی قیدیوں پر تشدد کرنے کے سلسلے میں اسرائیل کے انسانی حقوق کے علمبردار گروپ نے ساٹھ صفحات پر مشتمل رپورٹ میں لکھا ہے کہ پچاسی فیصد زیر حراست فلسطینیوں پر تشدد کیا جاتا ہے۔

(۴)　''نیویارک ٹائمز'' کے ایک مضمون میں یہودی مصنف Joel Green Burg نے لکھا کہ پانچ سو سے چھ سو فلسطینیوں پر ہر مہینے تشدد کیا جاتا ہے۔

(۵)　سابق امریکی سیکرٹری آف سٹیٹ میڈیلین البرائیٹ نے بتایا کہ عراق میں اقوام متحدہ کی پابندی سے پانچ لاکھ بچے بھوک اور افلاس سے مرے۔ مگر اسرائیل نے ہزاروں فلسطینی رہنما جن میں علماء، تاجر، فلسفی، شعراء اور وہ لوگ شامل ہیں جنھوں نے فلسطینیوں کو حب الوطنی کا درس دیا۔ ان کو نشانہ بنا کر قتل کر دیا گیا۔ عورتوں اور بچوں کے پناہ گزین کیمپ پر بار بار حملے کر کے انھیں مارا گیا۔ اور قانون بنایا گیا کہ فلسطینیوں کے ضبط شدہ اثاثے یہودی کو ملیں گے۔ اور وہ کسی فلسطینی کو بھی نا قابل فروخت ہوں گے۔

(۶)　۱۹۸۲ء میں اسرائیل نے لبنان پر حملہ کیا۔ اٹھارہ سال قابض رہے۔ چالیس ہزار شہری قتل کیے۔ خوبصورت بیروت ہسپتال، یتیم خانے اور لوگوں کے گھروں کو نشانہ بنایا گیا۔ اس وقت کے وزیر اعظم ایریل شیرون بیلجیم اور ہالینڈ خوف سے نہیں جاتے تھے کہ کہیں عالمی عدالتِ انصاف انھیں جنگی جرائم میں ملوث نہ کر دے۔ کیوں کہ دو ہزار پناہ گزین جو صابرہ اور شتیلہ کے پناہ گزین کیمپوں میں رہتے تھے انھیں وزیر اعظم کے حکم پر قتل کرا دیا گیا۔ اسرائیل نے لیبیا کے مسافر بردار طیارے کو جزیرہ نما سنائی میں گرا دیا اور ایک سو گیارہ لوگ مارے گئے۔ یہ فلسطینی ہیں جو ہمیشہ اسرائیلیوں کی دہشت گردی میں مبتلا رہتے ہیں۔

امریکہ کے خلاف صیہونی دہشت گردی:

صیہونی دہشت گردوں نے امریکہ پر کئی حملے کیے۔ اسرائیل کا دہشت گردی کا ایک لمبا ریکارڈ امریکہ کے خلاف ہے جو ۱۹۵۴ء سے شروع ہوتا ہے۔ اس سال اسرائیلی حکومت نے قاہرہ اور سکندریہ میں امریکی تنصیبات پر حملہ کرنے کی سازش تیار کی اور اس کا الزام مصری قوم پرستوں پر لگا دیا۔ اتفاقاً یہ سازش بے نقاب ہونے سے ناکام ہوگئی اور اس کا نام Lavon کے ساتھ جوڑا گیا۔ جس نے یہ سازش تیار کی اور یہ ایک اسرائیلی محکمہ دفاع کا بڑا افسر تھا۔ اس نے ۱۹۵۵ء میں اس واقعہ کے بعد استعفیٰ دے دیا۔

(۷)　۱۹۶۷ء میں اسرائیل نے گمنام جیک فائٹر اور تارپیڈو کے ذریعے یو ایس ایس لبرٹی اور امریکی نیوی کے بحری جہاز سنائی جزیرہ نما پر حملہ کیا۔ جس میں ۳۱ امریکی مارے گئے اور ۱۷۰ سے زائد زخمی ہوئے۔

(۸)　اسرائیلیوں نے اس جہاز کو ڈبو دیا اور ان تمام امریکیوں کو مار ڈالا۔ اور مصر کے فوجیوں پر الزام لگا دیا۔ حیران کن بات یہ ہے کہ امریکہ پھر بھی اسرائیل کی فلسطین کے خلاف پشت پناہی کرتا ہے۔ ہر فلسطینی جانتا ہے کہ امریکہ کی سفارتی، فوجی اور مالی امداد کے بغیر فلسطین میں نصف صدی سے جاری تشدد ممکن نہیں۔ وہ یہ بھی جانتے ہیں کہ صیہونی لابی امریکی حکومت کی مشرقِ وسطیٰ کی پالیسی کو براہِ راست کنٹرول کرتی ہے۔ امریکہ کے مجسمۂ آزادی پر حملہ کے بعد بھی امریکہ نے اربوں ڈالر کی امداد بند نہ کی بلکہ ۱۹۸۶ء میں دوسری اقوام پر فوجی حملے کا سبب بنے۔ ''موساد'' نے ٹرپیل ای لیبیا نے ایک ٹرانسمیٹر لگا دیا۔ اور اس سے دہشت گردی کے پیغام لیبیا کے کوڈ کے ساتھ دینا شروع کر دیئے۔ اور دو امریکیوں کو جنوری میں مار دیا گیا

اوراس کی ذمہ داری اس سازش کے تحت مان لی گئی۔

امریکہ اسرائیلی جرائم میں شمولیت:

(۹) عرب جانتے ہیں کہ تقریباً ہر بم جوان کے لوگوں کو مارتا ہے وہ امریکہ مہیا کرتا ہے۔ ہر بندوق کی گولی، ہر ٹینک اور ہر جنگی جہاز امریکی ڈالر سے بنتا ہے۔ جو اسرائیل کو بیچا جاتا ہے۔ نصف صدی سے امریکی کروڑوں ڈالر کی امداد اسرائیل کو عرب ممالک میں دہشت گردی کرنے کے لیے مہیا کر رہا ہے۔ اسرائیل لبنان پر حملہ کرتا ہے تو امریکہ تل ابیب پر حملہ کیوں نہیں کرتا؟ جب کہ عراق کویت پر حملہ کرے تو امریکہ فوری ردّعمل ظاہر کرتا ہے۔

امریکی یک طرفہ پالیسی:

(۱۰) عراق نے کویت پر حملہ کیا اور اسرائیل نے لبنان پر حملہ کیا۔ ۳۰۰۰ ہزار کویتی ابتدائی حملے میں مارے گئے۔ جب کہ چالیس ہزار لوگ لبنان میں مارے گئے۔ عراق نے اقوام متحدہ کی قرارداد کو ماننے سے انکار کیا۔ اسرائیل نے لبنان خالی کرنے سے انکار کر دیا۔ عراق نے بین الاقوامی کیمیکل، بیالوجیکل اور جوہری ہتھیاروں کی تیاری کی خلاف ورزی کی۔ جب کہ اسرائیل کے پاس ان ہتھیاروں کا دنیا کا سب سے بڑا ذخیرہ موجود ہے۔ عراق نے اقوام متحدہ کے انسپکٹروں کو اپنی تنصیبات کا معائنہ کرنے سے روکا۔ جب کہ اسرائیل نے ہمیشہ انکار کیا مگر اسرائیل کو اس کے باوجود کروڑوں ڈالر کی امداد کی پالیسی تسلسل سے جاری ہے۔ اور امریکہ صرف امداد کی بندش کی دھمکی تک نہیں دیتا۔ عراق جو امریکہ تک کا دوست تھا۔ تیل اور دوسرے کاروبار میں شامل تھا۔ عراق ایران جنگ میں عراق کی مدد کی۔ عراق نے امریکی مفادات کے خلاف کوئی کام نہیں کیا مگر اسرائیل مخالف پالیسی نے صہیونی امریکی افسر شاہی اور ذرائع ابلاغ نے امریکی دوست صدام حسین کو امریکہ کا سب سے بڑا دشمن بنا دیا۔

ہم امریکیوں نے عراق میں اتنا اسلحہ استعمال کیا ہے جتنا پوری جنگِ عظیم میں استعمال نہیں کیا گیا۔ ہزاروں عراقی شہریوں کو قتل کیا۔ ان پر طرح طرح کی پابندیاں عائد کیں۔ بیس لاکھ بچے اور بوڑھے مرے۔ امریکیوں کو کیوں سمجھ نہیں آتا کہ اتنے لوگوں کو مارنا امریکہ مخالف پالیسی کی وجہ نہیں ہے۔ جن امریکیوں نے میرے خیالات پڑھے ہیں کیا وہ اس حقیقت سے انکار کریں گے کہ امریکہ نے کس مقصد کے تحت عراق پر حملہ کیا۔

امریکی یہودی سیکرٹریٹ آف سٹیٹ نے ۱۱ رمئی ۱۹۹۶ء میں کہا:

> ''ہم نے سنا ہے کہ ڈھائی لاکھ بچے امریکی پابندیوں سے مرے ہیں۔ یہ تعداد ہیروشیما میں امریکی ایٹم بم کی وجہ سے مرنے والوں سے بھی زائد ہے۔'' میڈیلین البرائیٹ نے کہا کہ ''میری نظر میں امریکہ کا عراق پر حملہ کرنے کا فیصلہ مشکل فیصلہ ہے۔ اس کی قیمت زیادہ ادا کرنی ہوگی۔''

کچھ امریکی حیران ہیں کہ ہم سے نفرت کیوں کی جاتی ہے۔ صہیونی لابی اور مزدور میڈیا امریکیوں کو یہ سمجھنے سے قاصر

رکھے ہوئے ہے اور وہ اس میں کامیاب رہا ہے کہ امریکیوں کو عراق جنگ کی اصل وجہ سمجھ نہ آئے۔ اور یہ حقیقت امریکہ کے صہیونی آقا بھی چاہتے ہیں۔ غصے، جذبات اور مایوسی کا یہ عالم کہ لوگ اپنی زندگیوں کو ہمیں مارنے میں قربان کرتے ہیں۔

امریکی یقینی طور پر جانتے ہیں کہ دیگر اقوام پر حملے محض اسرائیل کے مفادات کا تحفظ اور امریکہ دشمنی کا سبب ہے اور دیگر اقوام امریکیوں سے بدلہ لینے کی راہیں تلاش کریں گی۔ امریکی مفاد میں نہیں کہ لوگوں کو مارا جائے مگر اسرائیلی مفاد کو اس سے تقویت ملتی ہے۔ یہ حالیہ نیویارک اور واشنگٹن پر حملے اسرائیلی مفاد میں تھے۔ کیوں کہ امریکی لوگ اسرائیل کے مقاصد سے باخبر ہوتے جارہے تھے۔ کیا اس دہشت گردی کا فائدہ فلسطین کو ہوا۔ ان کی ترقیاتی امداد بھی بند ہوگئی۔ صرف اسرائیل اس المیے کا فاتح ہے۔ اسرائیل جب چاہے وہ امریکہ سے تشدد کرواسکتا ہے۔ یہ کتنا مضحکہ خیز ہے کہ نائن الیون اسرائیلی دہشت گردوں کی مجرمانہ حرکات کا نتیجہ ہے۔ اور اسرائیل کو ہی اس کا فائدہ ہوگا۔ یقینی طور پر وہ اس سے فائدہ اٹھائیں گے۔ کیوں کہ امریکی ذرائع ابلاغ ان کے ہاتھوں میں کھیلتے ہیں۔

(۱۱)　　یہ کوئی درست سوال نہ ہوگا کہ یہ پوچھا جائے کہ ایسے واقعات کیوں ہوتے ہیں۔ بدقسمتی سے ایسے سوالات بہت کم لوگ سنتے ہیں۔ اور بہت کم اس جھوٹ کو چیلنج کرتے ہیں۔ ایک بار پھر میں اس بات کو دہراتا ہوں کہ ہماری حکومت کی اسرائیل نواز پالیسی سے امریکی مفادات کو نقصان پہنچ رہا ہے۔ ہمیں پہلے اپنے مفادات کو سوچنا ہوگا۔ یہ امریکہ اور اس کے لوگوں کے خلاف صیہونی سازش ہے۔

صہیونی میڈیا اور لابی کی وجہ سے امریکہ چھ بلین ڈالرز سالانہ غیر ملکی امداد پر خرچ کرتا ہے۔ ہمارے تیل سے مالا مال عرب ممالک سے تعلقات خراب کردیئے ہیں۔ بالآخر عرب ممالک نے متحد ہوکر تیل کا ہتھیار استعمال کیا۔ جس کی وجہ سے امریکہ کو کم از کم تین کھرب ڈالرز زائد ان ممالک کو ادا کرنے پڑے۔ اور اب امریکہ کو ان عرب ممالک سے الگ تھلگ کردیا ہے۔ انھوں نے امریکیوں کی کروڑوں ڈالر کی جائیدادیں تباہ یا ضبط کرلی ہیں۔ امریکیوں کو اغوا کرلیتے ہیں اور نفرت میں اضافہ دن بدن بڑھ رہا ہے۔

اسرائیل نے ہماری حمایت کا صلہ کیسے دیا؟

اسرائیل نے ہماری مسلسل جاسوسی کی جیسے Jonathan Pollard Case اور ہمارے بڑے قیمتی راز جس میں ایٹمی ہتھیار وغیرہ شامل ہیں۔ ان کو بیچ دیا۔ اور آج پوری دنیا اس خوف سے پریشان ہے۔

(۱۲)　　ہماری قیمتی یورینیم اپنے غیر قانونی ہتھیاروں کے لیے چوری کرلی۔

(۱۳)　　اسرائیلیوں نے امریکہ کے خلاف حملے کیے جس میں Labon Affair اور یو ایس ایس لبرٹی پر حملے امریکہ کے خلاف جنگ سے کم نہ تھے۔ امریکیوں کو غلط اطلاعات دیں کہ دوسرے ممالک امریکہ پر حملہ کرنے والے ہیں۔ اس کے باوجود ہمارے صہیونی غلبے سے مغلوب حکمرانوں نے ان کی صرف فوجی امداد میں کمی بھی نہ کی۔ ہم ہر سال اسرائیل کو چھ

ارب ڈالر امداد دیتے ہیں۔ یہ امداد افریقی، جنوبی اور کیریبین ممالک کے لیے کافی ہے۔ یہاں تک کہ تازہ ترین نائن الیون کی دہشت گردی کے ذمہ دار بھی میڈیا اور حکومت کا کیا دھرا ہے۔ ایسے اقدامات سے امریکہ مخالف نفرت مزید پھیل رہی ہے۔ اسرائیل چاہتا ہے کہ امریکہ اسرائیل کے دشمنوں کا خون بہائے جس میں امریکی مریں لیکن اسرائیلی محفوظ رہیں۔

دہشت گردی کا مقابلہ دہشت گردی سے:

امریکی ابلاغِ عامہ بڑی تباہی کا واویلا کر رہا ہے۔ حالیہ سی این این اور سی بی ایس کے پول کے مطابق ساٹھ سے پچھتر فیصد مشتبہ دہشت گردوں کے خلاف جنگ کی تصدیق کرتے ہیں۔ مگر ہزاروں بے گناہوں کے مرنے کا خدشہ بھی ظاہر کرتے ہیں۔ ۱۹۸۶ء میں اسرائیلیوں نے امریکہ کو لیبیا کے خلاف غلط شواہد مہیا کیے اور ہم نے ان پر بمباری کر دی۔ جن سے یہ جرم سرزد نہیں ہوا تھا۔ ایک سال بعد لیبیا کے بنیاد پرستوں نے بدلہ لینے کی راہ ڈھونڈی اور انھوں نے پان امریکن مسافر بردار طیارے کو سکاٹ لینڈ کے مقام ''لاکربی'' پر اڑا دیا۔ ۲۷۰ مسافر مارے گئے۔ ہم آئندہ بھی ایسے واقعات سے قطعاً محفوظ نہیں رہ سکتے۔ ایک جنونی آدمی اپنے خودکش حملے سے تھوڑے وقت میں بہت نقصان پہنچا سکتا ہے۔ ہم ایسے دور میں رہ رہے ہیں جس میں بڑے پیمانے پر تباہی پھیلانے والے ہتھیار رکھنے والے ایجنٹ کسی بھی لمحے کچھ بھی کر سکتے ہیں۔

آنے والی تخریب کاری کے ذریعے ایک شخص سیکڑوں ہزاروں لوگوں کو مار سکتا ہے۔ ملٹری طاقت اس کو نہیں روک سکتی کلنٹن نے افغانستان اور سوڈان پر بمباری کا وعدہ کیا اور یہ مانیکا کے سکینڈل کے دنوں میں شروع کرنا چاہتے تھے۔ وہ لادن کو مارنے میں ناکام رہے اور طالبان کو خونی بدلہ لینے کا موقع فراہم کیا۔ اگر سب ٹھنڈے ذہن کے لوگ اب بھی سوچنے پر مجبور نہیں ہوتے تو ایک دوسری جنگ دہشت گردوں سے کرنا چاہتے ہیں جس میں ہزاروں معصوم مارے جا سکتے ہیں۔ بہتر یہ ہے کہ اس پالیسی پر غور و خوض کیا جائے اور اس زخم کو ٹھیک ہونے دیا جائے۔ اور امریکیوں کی فلاح و بہبود کا سوچا جائے ورنہ ہر وہ میزائل جو دوسروں پر پھینکا جائے گا واپس امریکیوں کو لگے گا۔ ہر لہو کا قطرہ جو ہم غیر ملکیوں کا بہائیں گے۔ وہ امریکیوں کا اندرون و بیرونِ ملک خون کے دریا کی شکل میں بہے گا۔ نائن الیون کے بعد لاکربی کے ہوائی حادثے میں ہلاک ہونے والی لڑکی کے والد Mosey نے برطانیہ کے وزیرِاعظم ٹونی بلیئر کو لکھا: ''۲۷۰ لوگ ۱۹۸۹ء میں مارے گئے۔ وہ صرف امریکی عرب پالیسی تھی۔ اس نے کہا بہت احتیاط کی جائے اور معصوم لوگوں کو نقصان نہ پہنچایا جائے کہیں دہشت گردی کی دوسری راہیں نہ کھل جائیں۔

(۱۴) ہمیں اپنے ذہنوں کو اب ٹھنڈا کرنا چاہیے اور تشدد کے اس سلسلے کو توڑنا چاہیے۔ وہ امریکی جوان حادثات کا شکار ہوئے ان کے مصیبت زدہ خاندانوں کے لیے دعا کرنی چاہیے۔ ہمیں یہ سمجھنا چاہیے کہ یہ واقعات کیوں ہوتے ہیں؟ اور اپنی قوم کے خلاف نفرت کا ازالہ کرنا چاہیے۔ ہماری حکومت کے بہت سے غداروں نے صہیونی مجرمانہ سرگرمیوں کی مدد کی ہے اور امریکی مفادات کی مخالفت۔ اس بڑے سنگین مسئلے کا حل واضح اور سادہ ہے۔ امریکیوں کو بابائے قوم کے الوداعی خطاب پر توجہ دینی چاہیے اور غیر ملکی الجھاؤ سے اجتناب کرنا چاہیے اور ہمیں امریکہ اور امریکن کو ہمیشہ اوّلیت دینی چاہیے۔

گوانتانامو بے جیل: نہ تازہ ہوا نہ روشنی مگر قرآن پاک کی آوازیں بلند ہیں

گوانتانامو بے (نیٹ نیوز) تلاوت قرآن کی آوازیں گوانتانامو بے کی انتہائی سیکورٹی والے کیمپ ڈیلٹا چھ سے روزانہ بلند ہوتی ہیں۔ نماز کے وقت لاؤڈ سپیکر کے نظام پر اذان بھی سنائی دے سکتی ہے۔ قید تنہائی میں رکھے جانے والے افراد کو یہاں باجماعت نماز ادا کرنے کی اجازت نہیں لیکن وہ اپنے تنگ سے قید خانوں میں وقت پر نماز پڑھ سکتے ہیں۔ یہ بات حال ہی میں گوانتانامو بے کا دورہ کرنے والے بی بی سی کے نمائندے نے اپنی رپورٹ میں کہی۔ انھوں نے بتایا کہ کیمپ ڈیلٹا چھ یہاں قائم کیمپوں میں سب سے نیا اور جدید ترین ہے۔ اسے دسمبر ۲۰۰۶ء میں امریکہ کے لیے سب سے خطرناک سمجھے جانے والے دشمن قیدیوں کے لیے تعمیر کیا گیا۔

حال ہی میں ۱۱/ستمبر کے حملوں کے مبینہ ماسٹر مائنڈ ہونے کے دعوے دار خالد شیخ محمد بھی یہیں کہیں پائے جاتے ہیں۔ شاہ زیب کے مطابق میں نے اس دورے میں ہماری نگرانی پر سائے کی طرح مامور امریکی فوجیوں سے جاننا چاہا، جواب ملا: ''ہمیں قیدیوں کے بارے میں اس قسم کی مخصوص معلومات دینے کی اجازت نہیں'' اس دورے میں ہمیں قیدیوں کے قریب جانے یا ان سے بات کرنے کی قطعی اجازت نہیں تھی۔ بعض قیدی اپنے چھوٹے چھوٹے قید خانوں میں تیزی سے چہل قدمی کرتے نظر آئے۔ اکثر بڑے ہی جذباتی انداز میں اپنے آپ سے باتیں کرتے بھی دیکھے۔ آہنی دروازوں میں چھوٹے چھوٹے سے شیشوں کے پیچھے تمام کے تمام قیدی باریش نظر آئے۔ ہمیں بتایا گیا کہ کیمپ ڈیلٹا پانچ اور چھ سب سے خطرناک قیدیوں کے لیے مختص ہیں۔ یہاں کے آہنی دروازے ایک سنٹرل کمپیوٹر کنٹرول سسٹم کے تحت کھلتے اور بند ہوتے ہیں۔ قیدیوں کی چوبیس گھنٹے نگرانی کے لیے ہر قید خانے میں سیکورٹی کیمرے نصب ہیں اور ہر وقت لائٹیں روشن رہتی ہیں۔ انتہائی سیکورٹی والی اس پوری عمارت میں کھڑکیاں نہیں۔ اس میں نہ باہر سے تازہ ہوا اندر آسکتی ہے نہ سورج کی روشنی۔ حقوق انسانی کی تنظیموں کے مطابق یہاں رکھے جانے والے قیدیوں کو اکثر کئی کئی روز تک سورج کی روشنی نصیب نہیں ہوتی۔ برسوں سے قید تنہائی کے شکار افراد کی ذہنی حالت بگڑتی جا رہی ہے لیکن امریکی فوجیوں کا مسلسل اصرار ہے کہ قیدیوں کا یہاں پورا پورا خیال رکھا جاتا ہے۔ انھیں روزانہ دو گھنٹے چہل قدمی کی اجازت ہے اگر وہ کھیل کود کرنا چاہیں تو اس کے لیے فٹ بال موجود ہیں جن سے انھیں اکیلے ہی سہی کھیلنے کی اجازت ہے۔ (روزنامہ ''جنگ'' لاہور۔ ۷/اپریل ۲۰۰۷ء)

☆☆☆

● اولادِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا مختصر تعارف　مؤلف: حافظ محمد ندیم قاسمی

ضخامت: ۴۸ صفحات　قیمت: درج نہیں　ناشر: مکتبہ سید احمد شہید' کچہری روڈ پسرور ضلع سیالکوٹ

سیدنا و مولانا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم' اللہ تعالیٰ کے آخری نبی و رسول ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے تاجِ ختم نبوت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سر پہ سجایا اور تختِ ختم نبوت کو آپ کی جلوہ گاہ بنایا۔ جس طرح بنی نوعِ انسان میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سب سے اعلیٰ شان عطاء فرمائی' اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خاندان کو بھی نرالی شان و شوکت سے نوازا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہم (اہل بیت) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹیاں، بیٹے، نواسے، نواسیاں اور دیگر اہل ایمان رشتہ دار، ساری امت کی محبت و عقیدت کا مرکز ہیں۔ ان سب سے محبت ہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کا ثبوت ہے۔ اور اُن سے بغض و عداوت نعوذ باللہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام سے بغض ہے۔

محترم حافظ محمد ندیم قاسمی نے اسی محبتِ ایمانی سے سرشار ہو کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحب زادوں، حضرت قاسم، حضرت عبداللہ اور حضرت ابرہیم۔ آپ کی صاحبزادیوں سیدہ زینب، سیدہ رقیہ، سیدہ ام کلثوم اور سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہم کے فضائل و مناقب اور مختصر سوانحی حالات و واقعات معتبر کتابوں سے مرتب کیے ہیں۔ اسلوب سادہ اور عام فہم ہے۔ یہ مختصر رسالہ بچوں اور نوجوانوں کے لیے خاص طور پر مفید ہے۔ اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔ (آمین) (تبصرہ: حافظ محمد اکمل)

● جھوٹا کون؟　(قادیانی سربراہ مرزا مسرور کے خطبۂ جمعہ کا جواب)　مصنف: ڈاکٹر جاوید کنول

ضخامت: ۹۶ صفحات　قیمت: ۷۵ روپے　ناشر: عوامی راج پبلشرز یورپ

ملنے کا پتا: مکتبہ معاویہ جامع مسجد روڈ چیچہ وطنی ضلع ساہیوال

ڈاکٹر جاوید کنول' ممتاز صحافی، دانشور، شاعر اور جذبۂ حُبِّ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے سرشار ایک سچے مسلمان ہیں۔ وہ روزنامہ ''جنگ'' کے انٹرنیشنل ایڈیشن (لندن) اور جیو نیوز (ٹی وی) کے اٹلی میں نمائندے بھی ہیں۔ انھیں اپنے ادارے کی طرف سے ڈنمارک میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے توہین آمیز خاکے شائع کرنے والے اخبار اور اس سازش کے اصل محرکات تلاش کرنے کی ذمہ داری سونپی گئی۔ جاوید کنول نے ۲ مارچ ۲۰۰۶ء کو روزنامہ ''جنگ'' لندن میں اپنی مبنی برحقیقت رپورٹ کے ذریعے اس سازش کو طشت از بام کیا کہ اس ذلیل اور خوفناک سازش کے پس منظر میں قادیانی ہاتھ کارفرما ہے۔ اس رپورٹ کی اشاعت سے پوری دنیا میں قادیانیوں کے جھوٹ اور مکر و فریب کا پردہ چاک ہوا۔ لیکن اگلے

روز ۳/ مارچ ۲۰۰۶ء کو قادیانی جماعت کے سربراہ مرزا مسرور نے اپنے خطابِ جمعہ میں روایتی دجل و تلبیس کا مظاہرہ کرتے ہوئے اس رپورٹ کو مسترد کرنے کی ناکام کوشش کی۔ جناب جاوید کنول نے مرزا مسرور کے مذکورہ خطاب کا مکمل و مدلل جواب ''جھوٹا کون؟'' کے عنوان سے اس کتاب میں دیا ہے۔ قادیانی دجل و فریب کے تاروپود بکھیر کر رکھ دیئے ہیں۔

جناب جاوید کنول، ذوالفقار علی بھٹو مرحوم کے شیدائی ہیں۔ قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کے حوالے سے وہ مرحوم بھٹو سے بے پناہ محبت کرتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ انھوں نے کتاب کا انتساب ''شہید ذوالفقار علی بھٹو اور دنیا بھر کے عاشقانِ ختمِ نبوت کے نام'' کیا ہے۔ یہ کتاب قادیانی جھوٹ کے منھ پر سچ کا زناٹے دار طمانچہ ہے۔ (تبصرہ: محمد الیاس)

● خطباتِ حضرت جی رحمہ اللہ　(حضرت مولانا محمد یوسف کاندھلوی رحمہ اللہ)

ضخامت: ۴۸۰ صفحات　قیمت: درج نہیں　　ناشر: ادارہ تالیفاتِ اشرفیہ چوک فوارہ ملتان

اسلام کی دعوت و تبلیغ ہر مسلمان کا فریضہ ہے۔ لیکن اس فریضہ کی انجام دہی کے لیے برصغیر میں حضرت مولانا محمد الیاس رحمتہ اللہ علیہ نے ایک خاص انداز اور ترتیب کو اختیار کیا۔ اُن کی یہ محنت ''تبلیغی جماعت'' کی صورت میں پوری دنیا میں پھیل چکی ہے اور اللہ تعالیٰ کی خاص مدد اس جماعت کے شاملِ حال ہے۔ حضرت مولانا محمد الیاس رحمتہ اللہ علیہ کے بعد حضرت مولانا محمد یوسف رحمہ اللہ ''امیر تبلیغ'' کے منصبِ جلیلہ پر فائز ہوئے اور دین کی تبلیغ و اشاعت میں کامل اخلاص اور للّٰہیت کے ساتھ منہمک ہو گئے۔ ان کی دینی تڑپ، خلوص اور محنت کے پیچھے حضرت مولانا محمد الیاس، حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی، حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوری اور شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا رحمہم اللہ کی دعائیں، آرزوئیں اور توجہات پوری طرح کارفرما تھیں۔ اللہ سبحانہٗ و تعالیٰ نے حضرت جی (مولانا محمد یوسفؒ) کے بیانات میں بڑی تاثیر پیدا فرما دی تھی۔ اللہ کی مخلوق ایک اللہ والے کی زبان سے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی باتیں سننے کے لیے مضطرب اور بے قرار رہتی۔ بلا مبالغہ لاکھوں انسان ان کی زبان پر تاثیر کے اسیر ہوئے اور اُن کی زندگی میں ایک لازوال انقلاب آیا۔ یہ اُن کے اخلاصِ نیت اور رضائے الٰہی کے حصول کا نتیجہ ہے کہ آج دعوت و تبلیغ کی محنت پورے عالم میں پھیل چکی ہے۔

زیرِ تبصرہ کتاب دراصل حضرت جی کے اُن خطبات و فرمودات کا مجموعہ ہے جو آپ نے مسجد نبوی شریف میں پینتالیس سال قبل ارشاد فرمائے۔ مولانا زاہد محمود صاحب نے ان خطبات کو عنوانات سے مزیّن کرنے کی سعادت حاصل کی اور مولانا حافظ محمد اسحاق نے ادارہ تالیفات اشرفیہ سے انھیں شائع کر کے دعوت و تبلیغِ اسلام کی محنت میں اپنا حصہ ادا کیا۔ دین اسلام اور اس کی حقیقت، توحید و ختم نبوت، اسوۂ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم، دعوت و تبلیغ کی نبوی محنت، صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کا اخلاص اور دین کے لیے حقیقی محنت، زندگی کا حسن، فکرِ آخرت، معاملات کی درستی ایسے سیکڑوں عنوانات پر مشتمل یہ خطبات ایک لاجواب تحفہ ہیں اور دعوت و تبلیغ کی محنت میں رہنما ہیں۔ (تبصرہ: کفیل بخاری)

مولانا حکیم محمود احمد ظفر کی کتاب ''سیرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم'' کے لیے اوّل صدارتی ایوارڈ

مولانا حکیم محمود احمد ظفر مدظلہ ایک متبحر عالم دین، مؤرخ ومحقق اور تقریباً ستر کتابوں کے مصنف ہیں۔ اس سال (۲۰۰۷ء) ان کی کتاب ''سیرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم'' کو صدارتی اوّل ایوارڈ ملا ہے۔ کتاب کی ضخامت ۹۳۶ صفحات پر مشتمل ہے۔ وزارت مذہبی امور کی طرف سے تو اوّل انعام صرف ۴۰ ہزار روپے ہیں لیکن صدر پرویز نے اپنی صبح کی صدارتی تقریر میں ۲۵ ہزار روپے مزید انعام اور عمرہ کا ایک ٹکٹ بھی دیا ہے۔

ہماری حکومت کی طرف سے عموماً دینی وعلمی کام پر جو انعامات دیئے جاتے ہیں، وہ نہایت کم ہوتے ہیں جب کہ گویوں، نچیوں، بھڑوؤں اور بھانڈوں کو حکومت کئی کئی لاکھ روپے انعام دے چکی ہے۔ وہ بیمار ہو جائیں تو ان کا علاج سرکاری سطح پر ہوتا ہے۔ ہر سال انھیں ۲۳ مارچ کو بڑے بڑے میڈل ملتے ہیں۔ اور نہیں تو ''تمغہ حسن کارکردگی'' ضرور مل جاتا ہے۔ اپریل کی خبر ہے کہ ''ریشماں'' گانے والی کے لیے صدر صاحب نے ۱۰ ہزار روپیہ ماہانہ وظیفہ مقرر کیا ہے۔ اس کے دو بچوں کو اچھی ملازمت دی ہے اور ۲۵ لاکھ روپیہ اس کو مکان خریدنے کے لیے دیا ہے۔

علماء، جن کی شبانہ روز جدوجہد سے پاکستان اور عدم سے وجود میں آیا۔ کیا یہ مراعات انھیں حاصل ہیں؟ ان اقدامات سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ ہمارے روشن خیال حکمرانوں کا ایجنڈہ کیا ہے، اہداف ومقاصد کیا ہیں اور وہ کن لوگوں کو ملک کا باعزت طبقہ قرار دے کر انھیں نواز رہے ہیں جب کہ علماء کو دہشت گرد قرار دے کر ظلم وستم کا نشانہ بنا رہے ہیں۔ گلوکاروں، اداکاروں، نچیوں اور آرٹسٹوں کو ملک کا سفیر اور نمائندہ طبقہ قرار دے کر پاکستان کا امیج ''بلند'' کیا جا رہا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ ان حکومتی انعامات اور ایوارڈز کی کوئی حقیقت نہیں۔ اصل انعام تو اللہ تعالیٰ نے عطاء فرمانا ہے۔ باری تعالیٰ حکیم صاحب کی کتابِ سیرت کو قبول فرمائیں، بے پناہ اجر کی صورت میں انعامات سے نوازیں اور آخرت میں ذریعۂ نجات بنائیں۔ (آمین)　　　(تبصرہ: محمد یوسف شاد)

ماہانہ مجلس ذکر و اصلاحی بیان
31 مئی 2007ء
جمعرات بعد نماز مغرب
ابن امیر شریعت
حضرت پیر جی
سید عطاء المہیمن بخاری دامت برکاتہم
امیر مجلس احرار اسلام پاکستان
دارِ بنی ہاشم
مہربان کالونی ملتان
الداعی سید محمد کفیل بخاری ناظم مدرسہ معمورہ دارِ بنی ہاشم مہربان کالونی ملتان 061-4511961

ادارہ　　　مجلس احرار اسلام پاکستان کی سرگرمیاں

اخبار الاحرار

تحفظ ختم نبوت کانفرنس چناب نگر:

چناب نگر(۳۱ رمارچ) تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء کے دس ہزار شہداء کی یاد میں مجلس احرار اسلام پاکستان اور تحریک تحفظ ختم نبوت کے زیر اہتمام سالانہ دوروزہ ''ختم نبوت کانفرنس'' چناب نگر کی جامع مسجد احرار میں ہوئی۔ کانفرنس کے افتتاحی اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری کے فرزند اور مجلس احرار اسلام پاکستان کے امیر سید عطاء المہیمن بخاری نے کہا کہ تحریک پاکستان اور تحریک ختم نبوت کے شہداء کے مشن کی تکمیل کا ایک ہی راستہ ہے کہ پاکستان کے مقصدِ قیام کے تقاضے پورے کیے جائیں اور اسلام کو بطور نظامِ حیات نافذ کر دیا جائے۔ جو لوگ امریکی ایجنڈے اور کفریہ نظام ہائے ریاست وسیاست یا پھر لادینیت اور سیکولرازم کے فروغ کے لیے کوشاں ہیں۔ وہ شہداء پاکستان اور شہداء ختم نبوت کی ارواح سے غداری کے مرتکب ہو رہے ہیں۔ مجلس احرار اسلام علماء حق کی روایات کو نامساعد حالات کے باوجود زندہ رکھے گی۔ ان شاء اللہ تعالیٰ آخری فتح اہل حق کی ہوگی۔ اس دھرتی کے دشمن اور ختم نبوت کے منکرین پوری دنیا میں رسوا ہوں گے۔ انھوں نے کہا کہ قادیانیت کا فتنہ برطانوی سامراج کا پیدا کردہ ہے۔ انگریز نے مسلمانوں کی وحدت کو پارہ پارہ کرنے اور جذبۂ جہاد کی روح کو مٹانے کے لیے مرزا قادیانی کو کھڑا کیا اور اس کو مسلمانوں کا ہی ایک فرقہ ثابت کرنے کے لیے سامراجی قوتوں نے پوری طاقت صرف کی۔ علامہ اقبال مرحوم، مولانا سید انور محمد انور شاہ کشمیری مرحوم نے عقیدۂ ختم نبوت پر ضرب کاری لگانے والوں کا علمی تعاقب کیا۔ مجلس احرار اسلام نے متحدہ ہندوستان میں قادیان میں جنم لینے والے اس خطرناک فتنے کی تباہ کاریوں سے امت مسلمہ کو بچانے کے لیے اپنا سب کچھ قربان کر دیا۔ تمام مکاتبِ فکر کو تحفظ ختم نبوت کے پلیٹ فارم پر متحد کر کے انگریز سامراج کی خطرناک سازش کو ناکام بنا دیا۔ مجلس احرار اسلام کے سیکرٹری جنرل پروفیسر خالد شبیر احمد نے کہا کہ موجودہ حکمرانوں نے پاکستان کو مسائلستان بنا کے رکھ دیا ہے۔ مختلف مسائل نے پاکستان کو گھیر رکھا ہے۔ سیاست تجارت بن چکی ہے۔ معاشرہ قتل وغارت گری کا شکار ہے۔ انھوں نے کہا کہ اسلام آباد کے جامعہ حفصہ کا مسئلہ بگاڑنے میں قادیانیوں کا ہاتھ ہے۔ قادیانی اس ملک میں فرقہ وارانہ جنگ کو بھڑکانے کے لیے بے پناہ دولت خرچ کر رہے ہیں۔ انھوں نے کہا کہ موجودہ حکمران اور کئی سیاست دان درپردہ فتنۂ ارتداد مرزائیہ کی خطرناک سازشوں کا شکار ہیں۔ ربوہ سازشوں کا گڑھ ہے۔ ملک میں شیعہ سنی فسادات قادیانی کروا رہے ہیں۔ اگر حکومت سنجیدگی سے انکوائری کرائے تو یہ بات پایۂ تکمیل کو پہنچ جائے گی کہ مذہبی وسیاسی سیکٹرز اور ذرائع ابلاغ کے کئی اہم اداروں میں قادیانی براجمان ہیں۔ انھوں نے کہا کہ ۱۹۵۳ء کی تحریک تمام طبقات کے مثالی اتحاد کی وجہ سے آگے بڑھ رہی ہے اور قادیانی گروہ کا پوری دنیا میں بوریا بستر گول ہو رہا ہے۔ مولانا سید محمد اسعد شاہ ہمدانی نے کہا کہ ۱۹۵۳ء کی مقدس تحریک میں دس ہزار نہتے مسلمانوں کے سینے گولیوں سے چھلنی کرنے والے ناکام ہوئے اور بخاری کے روحانی فرزند کامیاب رہے کہ ۱۹۷۴ء میں لاہوری وقادیانی مرزائیوں کو اسمبلی نے متفقہ طور پر اقلیت قرار دیا اور ۱۹۸۴ء میں قادیانیوں کو اسلام کا ٹائٹل استعمال کرنے سے روک دیا گیا۔ جب کہ موجودہ حکمران امتناع قادیانیت

قوانین کوغیر مؤثر کرنے کے لیے مکروہ عزائم رکھتے ہیں۔شہداءِختم نبوت کے وارث ناموس رسالت (صلی اللہ علیہ وسلم) کا اسی طرح دفاع کریں گے۔جس طرح جنگ یمامہ اور شہداءِ ختم نبوت نے کیا تھا۔مولانا فقیراللہ،مولانا عبدالرزاق،مولانا کریم اللہ ،قاری محمد اصغر عثمانی،قاری محمد یوسف احرار،میاں محمد اویس اور متعدد دیگر مقررین نے خطاب کرتے ہوئے اس عزم کا اعادہ کیا کہ فتنۂ قادیانیت کے خلاف مجلس احرار اسلام اپنا بھرپور کردار ادا کرے گی۔مقررین نے کہا کہ حدود آرڈیننس کا حقوق نسواں سے دور کا بھی واسطہ نہیں۔اصل میں زنا کو جرائم کی فہرست سے نکال کر حقوق کی فہرست میں شامل کرنا ہی زنا کو قانونی تحفظ دینے کی کوشش ہے۔جسے اسلامیانِ پاکستان اور تمام مکاتبِ فکر مسترد کر چکے ہیں۔کانفرنس کے کئی دیگر مقررین نے کہا کہ عدل وانصاف کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ چیف جسٹس آف پاکستان خود اعلیٰ عدالتی کونسل کے سامنے پیش ہیں۔اختتامی اجتماع کی صدارت عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی رہنما مولانا صاحبزادہ عزیز احمد (خانقاہ سراجیہ کندیاں) نے کی۔ کانفرنس کے بعد حسب روایت فقید المثال جلوس بھی نکالا گیا۔تفصیلات کے مطابق سالانہ شہداءِ ختم نبوت کانفرنس کی آخری نشستوں سے پاکستان شریعت کونسل کے سیکرٹری جنرل مولانا زاہد الراشدی،قاضی محمد ارشد الحسینی (اٹک)،رفیق امیر شریعت مولانا مجاہد الحسینی ،مولانا عبدالرشید انصاری (کراچی)،مولانا عزیز الرحمٰن خورشید (بھیرہ)،انٹرنیشنل ختم نبوت موومنٹ پاکستان کے امیر مولانا محمد الیاس چنیوٹی،مولانا ملک خلیل احمد (چنیوٹ)،ماہنامہ ''نقیبِ ختم نبوت'' کے مدیر سید محمد کفیل بخاری مجلس احرار اسلام کے مرکزی سیکرٹری اطلاعات عبداللطیف خالد چیمہ،قاری محمد یوسف احرار (لاہور)،میاں محمد اویس،مولانا محمد اسحاق ظفر (لیہ)،خطیبِ احرار مولانا محمد مغیرہ،حافظ محمد اکرم احرار (میلسی)،شیخ حسین اختر لدھیانوی (ملتان) سمیت متعدد دیگر مقررین نے بھی خطاب کیا۔مولانا زاہد الراشدی نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ عالمی کفریہ ایجنڈے اور امریکی مطالبے پر آئین پاکستان کی اسلامی دفعات کو ختم کرنے پر کام ہورہا ہے۔حدود آرڈیننس بھی اسی ایجنڈے کا حصہ ہے۔اسلامی تعلیمات کو مسخ کیا جارہا ہے۔سرکاری لیگ کے سیکرٹری جنرل مشاہد حسین سید پیرس میں قانون تحفظ ناموسِ رسالت (صلی اللہ علیہ وسلم) کو آئندہ الیکشن کے بعد ختم کرنے کا کہہ چکے ہیں۔معلوم ہوتا ہے کہ ان کو اللہ کی بجائے اپوزیشن کا زیادہ ڈر ہے کہ کہیں شور نہ مچادے۔انھوں نے کہا کہ امریکی وزارت خارجہ حدود آرڈیننس کے بعد قانون تحفظ ناموس رسالت (صلی اللہ علیہ وسلم) اور قانون تحفظ ختم نبوت کو ختم کرنے کے لیے اسلام آباد رابطے میں ہے اور مسلسل دباؤ بڑھایا جارہا ہے اور مطالبات کی فہرست بتدریج بڑھتی جارہی ہے۔انھوں نے کہا کہ ملک کا دستور اسلام کے خلاف قانون سازی کی ہرگز اجازت نہیں دیتا۔اسلامی احکامات کے خلاف قانون بنانے اور نافذ کرنے والے اپنے اختیارات سے مجرمانہ تجاوز کررہے ہیں۔انھوں نے کہا کہ شہداء ختم نبوت کا خون اور قربانی ہمیں اپنے مقصد سے پیچھے نہیں ہٹنے دیتی۔انھوں نے کہا کہ اسلامی نظریاتی کونسل کو کوئی حق نہیں پہنچتا کہ وہ حکمرانوں کی مرضی کی سفارشات مرتب کرکے اس کو اسلامی سفارشات قرار دے۔انھوں نے کہا کہ ملک کے نئے قائم مقام چیف جسٹس رانا بھگوان داس پر بعض حلقوں کے تحفظات جائز اور درست ہیں تاہم موجودہ عدالتی بحران کے حل میں ان کے کردار کو اساسی حیثیت حاصل ہوگئی ہے۔انھوں نے کہا کہ یہ درست ہے کہ ملک کے دستور میں کسی غیر مسلم جج کے چیف جسٹس بننے پر کوئی رکاوٹ نہیں ہے لیکن اس کے باوجود اصولی طور پر کسی غیر مسلم کا ملک کی عدالت عظمیٰ کا سربراہ بننا بہر حال محل نظر ہے اور موجودہ حالات میں یہ اصولی اعتراض اور بھی قابل توجہ ہوجاتا ہے کہ سپریم کورٹ آف پاکستان کا چیف جسٹس

عدالت عظمیٰ کے اُس شریعت اپیلٹ بنچ کا بھی سربراہ ہوتا ہے جو وفاقی شرعی عدالت کے فیصلوں کے خلاف اپیلوں کی سماعت کرتا ہے اور جسے اسلامی احکام وقوانین کی بنیاد پر فیصلے کرنا ہوتے ہیں۔اس صورت میں جہاں قرآن وسنت کی تشریح وتعبیر کا اختیار ایک غیر مسلم جج کے ہاتھ میں دے دینا شرعی اصولوں کے مطابق درست نظر نہیں آتا۔وہاں یہ اس جج کے ساتھ بھی زیادتی ہے کہ اسے اس کے ایمان وعقیدہ کے خلاف کسی دوسرے مذہب کے مطابق جس پر وہ یقین نہیں رکھتا کو فیصلے کرنے کا پابند بنایا جائے۔ قاضی محمد ارشد الحسینی نے کہا کہ امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ نے تحفظ ختم نبوت اور سامراج دشمنی کے جو بیج بوئے تھے، ہمارے لیے خوشی کا باعث ہے کہ مجلس احرار اس مشن کو زندہ رکھے ہوئے ہے۔انھوں نے کہا کہ قادیانیوں سمیت کسی فتنے کو دین میں رخنہ ڈالنے کی اجازت نہیں دی جاسکتی۔انھوں نے کہا کہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تمام انبیاء کرام علیہم السلام اور پوری امت کے سردار ہیں اور ختم نبوت کے عقیدے میں تشکیک پیدا کرنے والے مرتد اور دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔ایسے فتنوں کا تعاقب جہاد ہے اور جہاد قیامت تک جاری رہے گا۔ مولانا مجاہد الحسینی نے کہا کہ حضرت امیر شریعت اور اکابر احرار کی صحبت ورفاقت نے انگریز اور کافرانہ نظام کے باغی پیدا کیے جب کہ مرزا غلام قادیانی نے انگریز اور اس کی حکومت کے وفادار اور تنخواہ دار پیدا کیے۔انھوں نے کہا کہ تحریک کشمیر ۱۹۴۸ء میں نہیں ۱۹۳۵ء میں مجلس احرار نے شروع کی تھی۔تاریخ کے نام پر نہ جانے کیا کچھ لکھا اور چھاپا جارہا ہے۔مسئلہ کشمیر کو مرزائیوں اور موسیو ظفر اللہ خان نے خراب کیا۔مسئلہ فلسطین پر کانفرنس ۱۹۴۸ء میں مجلس احرار نے کی اور دنیا کو جگایا۔انھوں نے کہا کہ مجلس احرار نے قیامِ پاکستان کی نہیں تقسیم کے فارمولے کی مخالفت کی تھی اور حالات نے علماء حق اور اکابر احرار کے مؤقف وبصیرت کو سچ کر دکھایا۔پاکستان بنانے والوں نے پاکستان اپنے ہاتھوں سے توڑا اور ملکی دولت کو لوٹا۔انھوں نے کہا کہ قائد اعظم نے انتقال سے پہلے وصیت کی کہ میرا جنازہ مولانا شبیر احمد عثمانی پڑھائیں جب کہ وزیر خارجہ موسیو ظفر اللہ خاں قائد اعظم کا جنازہ پڑھنے کی بجائے الگ کھڑا ہوگیا۔انھوں نے کہا کہ ''الرشید ٹرسٹ'' اور ''الاختر ٹرسٹ'' جیسے اداروں پر اقوام متحدہ کی طرف سے پابندی کی قرارداد صرف دینی ادارے ہونے کی وجہ سے پاس کی گئی ہے۔جسے ہم کلیتاً مسترد کرتے ہیں۔انھوں نے کہا کہ دینی مدارس کا معاملہ خراب کرنے میں وزارت مذہبی امور کا کلیدی کردار ہے۔انھوں نے کہا کہ احرار کا پیغام یہ ہے کہ علماء حکمرانوں اور وڈیروں کے در پر حاضری دینا ترک کردیں اور اپنے مقام ومنصب کا حقیقی ادراک کریں۔ مولانا عبدالرشید انصاری (کراچی) نے کہا کہ قادیانیوں نے ایک ایسے شخص کی اتباع کی ہے جو جھوٹی نبوت، کفر وضلالت وگمراہی کا داعی ہے۔امام الانبیاء (صلی اللہ علیہ وسلم) کی شانِ ختم المرسلین کا منکر اور اس کے ماننے والے پوری ملت اسلامیہ کے متفقہ فیصلہ کے مطابق دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔ مولانا محمد الیاس چنیوٹی نے کہا کہ مجلس احرار اور سید عطاء اللہ شاہ بخاری کی مسلسل جدوجہد کی وجہ سے فتنۂ قادیانیت پوری دنیا میں رسوا ہوکر اپنے منطقی انجام کی طرف پہنچ رہا ہے۔انھوں نے کہا کہ مرزا غلام قادیانی کو اس کی تحریروں کے آئینے میں دیکھا جائے تو وہ ایک شریف انسان کہلوانے کا بھی حق دار نہیں۔اس نے گمراہی کو فروغ دیا اور انگریز کے مفادات کے لیے کام کیا۔ مولانا عزیز الرحمٰن خورشید نے کہا کہ عقیدۂ ختم نبوت کی حفاظت ہمارے ایمان کی بنیاد ہے۔مجلس احرار اسلام تحفظ ختم نبوت کے مشن کو ہر قیمت پر جاری رکھے گی۔اسلام کے خلاف سب سے بڑی سازش قادیانیت کا وجود ہے۔مسلمان پوری دنیا میں اس کے سدباب کے لیے سرگرم عمل ہیں۔ مولانا ملک خلیل احمد نے کہا کہ ختم نبوت کے عقیدہ کے تحفظ کے لیے سب سے

زیادہ قربانیاں صحابہ کرام رضی اللہ عنہ نے دیں۔۱۹۵۳ء میں دس ہزار مسلمانوں کی قربانیوں کے صدقے ۱۹۷۴ء میں مرزائی اسمبلی کے فلور پر غیر مسلم اقلیت قرار پائے۔ بعض طاقتیں قانون کی اس شق کو ختم کرانا چاہتی ہیں۔ ہم ۱۹۵۳ء کے شہداء کی طرح اپنا خون دے کر عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ کے قانون کا دفاع کریں گے۔ مولانا محمد عابد مسعود ڈوگر نے کہا کہ زلزلہ سے متاثرہ علاقوں اور شمالی علاقہ جات میں غیر ملکی این جی اوز اور ہیومنٹی فرسٹ جیسی قادیانی تنظیموں کے ذریعے ملکی سلامتی اور عقیدۂ ختم نبوت کے خلاف بڑا خطرناک کھیل کھیلا جارہا ہے۔ عالمی اداروں کی ٹیمیں نوجوانوں کو فوکس کر کے گمراہی اور ارتداد پھیلا رہی ہیں اور حکومت پاکستان اُن کے لیے آسانیاں پیدا کر رہی ہے۔ جب کہ خالص انسانی بنیادوں پر کام کرنے والے اداروں پر پابندیاں لگائی جارہی ہیں۔ کانفرنس کی آخری نشست ظہر کی نماز تک جاری رہی۔ جب کہ بعد نماز ظہر فرزندانِ توحید، مجاہدین ختم نبوت اور سرخ پوشانِ احرار کا منظم اور فقید المثال جلوس جامع مسجد احرار نزد ڈگری کالج سے کلمہ طیبہ اور درود پاک کا ورد کرتے ہوئے قائد احرار سید عطاء المہیمن بخاری، پروفیسر خالد شبیر احمد، سید محمد کفیل بخاری، مولانا محمد مغیرہ، عبداللطیف خالد چیمہ، میاں محمد اویس، صوفی غلام رسول نیازی اور متعدد دیگر رہنمایانِ احرار ختم نبوت اور علماء کرام کی قیادت میں روانہ ہوا۔ جلوس کے شرکاء نے سرخ قمیصیں پہن رکھی تھیں اور احرار کے سرخ ہلالی پرچم کثرت کے ساتھ تھام رکھے تھے۔ پولیس کی بھاری نفری پولیس حکام کی نگرانی میں ساتھ ساتھ تھی۔ سادہ کپڑوں میں سرکاری اہلکار بھی موجود تھے۔ احرار گارڈز اور تحریک طلباء اسلام کے نوجوانوں نے بھی سیکورٹی کے انتظامات سنبھال رکھے تھے۔ شرکاء جلوس پورے وقار کے ساتھ چناب نگر کے مختلف بازاروں سے ہوتے ہوئے جب مرکزی اقصیٰ چوک پہنچے تو عجیب سماں تھا۔ جلوس ایک بہت بڑے جلسہ عام کی شکل اختیار کر گیا۔ جہاں سید محمد کفیل بخاری نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ ہماری پرامن جدوجہد دین واخلاق کی دعوت دینا ہے اور فتنۂ ارتداد مرزائیہ پر اتمام حجت کرنی ہے۔ انھوں نے کہا کہ جو جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت کے جھنڈے تلے آجائے گا' وہ حق وصداقت کا پیامبر بن جائے گا اور امن میں آجائے گا۔ انھوں نے کہا کہ ہم اخلاقِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا مظاہرہ کریں گے اور گالی گلوچ کے جواب میں حسن اخلاق کا درس دیں گے۔ انھوں نے کہا کہ ہم قادیانیوں کے خیر خواہ ہیں کہ وہ مرزا قادیانی کی جھوٹی تعلیمات کے دھوکے سے باہر نکلیں اور مسلمان ہو جائیں۔ مولانا محمد مغیرہ نے اپنے خطاب میں کہا کہ ہم مرزائیوں کو صراطِ مستقیم پر لانے کے لیے یہ جلوس نکالتے ہیں۔ مرزائیوں سے ہمارا کوئی ذاتی جھگڑا نہیں۔ ہم مرزائیوں کو دعوت دیتے ہیں کہ جناب محمد کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے جھنڈے تلے آجائیں تاکہ روزِ قیامت وہ شفاعت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے مستحق قرار پائیں۔ یہ ملک اسلام کے نفاذ کے نام پر وجود میں آیا تھا۔ یہاں دین اسلام پر طعن وتشنیع کی ہرگز اجازت نہیں دی جاسکتی۔ اقصیٰ چوک سے جلوس پوری شان وشوکت کے ساتھ نعرۂ تکبیر اللہ اکبر، ختم نبوت زندہ باد، شہداء ختم نبوت زندہ باد جیسے فلک شگاف نعرے لگا تا ہوا ایوانِ محمود کی جانب روانہ ہوا۔ نعروں اور جھنڈوں نے ایک تاریخی سماں پیدا کر رکھا تھا۔ ربوہ کی مارکیٹیں اور بازار بند ہو گئے تھے۔ مکان اور عمارتوں کی کھڑکیوں سے قادیانی مرد وزن جلوس کا ''نظارہ'' کر رہے تھے۔ ''ایوانِ محمود'' کے سامنے عبداللطیف خالد چیمہ نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ ہمارے بزرگوں نے یہ کام ہندوستان میں ''قادیان'' سے شروع کیا تھا۔ ۱۹۷۶ء میں ہم نے ربوہ میں ڈیرہ لگایا۔ قادیان سے لے کر ربوہ تک ہم نے قانون کے دائرے میں رہتے ہوئے عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ کی جنگ لڑی اور ہم تشدد پسند نہیں بلکہ حریت پسند ہیں۔ انھوں نے کہا کہ ہم آج بھی

قانون نافذ کرنے والے سرکاری اداروں کے در پر دستک دیتے ہیں کہ وہ صورتحال کا ٹھنڈے دل سے جائزہ لیں اور چناب نگر میں قادیانیوں کی اسلام اور وطن دشمن اشتعال انگیز کارروائیوں کا سدباب کریں۔ قادیانی ۱۹۷۴ء کے آئینی فیصلے اور ۱۹۸۴ء کے قانون امتناعِ قادیانیت سے مکمل انحراف کر رہے ہیں۔ قادیانیوں کی سرگرمیاں ریاست سے بغاوت پر مبنی ہیں۔ انھوں نے کہا کہ میں متعلقہ سرکاری اداروں سے پوچھتا ہوں کہ قادیانی عبادت گاہوں کی شکل مسجد سے مطابق کس قانون کے تحت ہے۔ قادیانی کلمہ طیبہ اور اسلامی علامات کیوں کر استعمال کر رہے ہیں۔ قادیانی فوج اور سول کے متعدد کلیدی عہدوں پر کس طرح اور کیوں مسلط ہیں۔ انھوں نے کہا کہ بھٹو مرحوم نے کہا تھا کہ قادیانی پاکستان میں وہ حیثیت حاصل کرنا چاہتے ہیں جو یہودیوں کو امریکہ میں حاصل ہے۔ تحریک تحفظ ختم نبوت کے ممتاز رہنما اور مجلس احرار اسلام پاکستان کے امیر مرکزیہ سید عطاء المہیمن بخاری نے اختتامی خطاب میں کہا کہ جنت والے اور جہنم والے برابر نہیں ہو سکتے۔ انھوں نے کہا کہ ہم جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے منصبِ رسالت وختم نبوت کے چوکیدار اور پہرے دار ہیں اور اکابر احرار کی وراثت کے امین ہیں۔ انھوں نے کہا کہ رائل فیملی نے اپنے مفادات کے لیے لوگوں کو گمراہ کیا۔ دجل وتلبیس کا دوسرا نام قادیانیت ہے۔ انھوں نے کہا کہ قرآن وسنت کے مطابق مسیح علیہ السلام کی آمد پر حضرت مہدی اُن کا استقبال کریں گے۔ انھوں نے کہا کہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو رد کرنے والے دنیا وآخرت میں ذلیل ورسوا ہوں گے۔ انھوں نے کہا کہ ملکی وبین الاقوامی بعض طاقتیں قادیانیوں کو پاکستان میں سیاسی کردار دلوانا چاہتی ہیں۔ جب تک شہداء ختم نبوت کے وارث زندہ ہیں' ایسا نہیں ہو سکتا۔ انھوں نے کہا کہ جب تک قادیانی اپنی متعینہ اسلامی وآئینی حیثیت کے دائرے کو عملاً تسلیم نہیں کرتے۔ اس وقت تک ان کے محاذ آرائی کی موجودہ کیفیت میں کوئی کمی نہیں آسکتی اور اس کا انحصار قادیانیوں اور قانون نافذ کرنے والے اداروں پر ہے۔ علاوہ ازیں کانفرنس کے دوران قبل دوپہر کانفرنس کے پنڈال میں شُبانِ احرار اسلام، تحریک طلباء اسلام اور ختم نبوت سٹوڈنٹس جوائنٹ ایکشن کمیٹی کے زیر اہتمام نوجوانانِ احرار کا ملک گیر کنونشن پروفیسر خالد شبیر احمد کی زیر صدارت منعقد ہوا۔ جس میں لاہور سے محمد شاہد، محمد عبیدالرحمٰن، احمد شفیق، میاں محمد سفیان، ملتان سے عطاء المنان، سید عطاء المحسن، محمد عمران، مظفر خان، چیچہ وطنی سے حافظ محمد معاویہ، محمد عمیر قمر، محمد قاسم چیمہ اور دیگر طالب علم رہنماؤں نے شرکت وخطاب کیا۔ طالب علم رہنماؤں نے اس عزم کا اظہار کیا کہ وہ اپنی تعلیمی سرگرمیوں کے ساتھ ساتھ مثبت غیر نصابی سرگرمیاں بھی جاری رکھیں گے اور ختم نبوت لائبریریاں قائم کریں گے۔ اسلامی تعلیمات اور تحفظ ختم نبوت کے لیے مؤثر کردار ادا کریں گے۔

سالانہ ختم نبوت کانفرنس چناب نگر کی قراردادیں

چناب نگر (یکم اپریل) مجلس احرار اسلام پاکستان کے زیر اہتمام دوروزہ سالانہ ''ختم نبوت کانفرنس'' (چناب نگر) کے اختتام پر متعدد قراردادیں منظور کی گئیں۔ جن میں کئی مطالبات بھی شامل ہیں۔ مجلس احرار اسلام پاکستان کے مرکزی سیکرٹری اطلاعات عبداللطیف خالد چیمہ نے صحافیوں کو بتایا کہ کانفرنس میں درج ذیل قراردادیں منظور کی گئیں ہیں:

☆ حمودالرحمٰن کمیشن رپورٹ کو منظر عام پر لایا جائے۔ تاکہ سقوطِ ڈھاکہ میں قادیانی پوپ پال مرزا ناصر احمد اور قادیانی جرنیلوں کے شرمناک کردار کی نقاب کشائی ہو سکے۔

☆ یہ اجتماع عالم اسلام کے خلاف امریکی استعمار کی بڑھتی ہوئی معاندانہ کارروائیوں پر گہری تشویش کا اظہار کرتا ہے

اور پاکستانی حکام سے مطالبہ کرتا ہے کہ وہ عالم اسلام کے اتحاد اور امت مسلمہ کو استعماری طاقتوں کے نرغے سے بحفاظت نکالنے کے لیے اپنا کردار ادا کرے۔ اور حکومتِ پاکستان کو تسلیم کرانے کی امریکی پالیسی پر عمل پیرا رہنے کی مستقل روش کو ترک کر کے عالم اسلام کی آزادانہ اور خود مختارانہ حیثیت کو بحال کرانے میں اپنا قائدانہ کردار ادا کرے۔

☆ اجتماع نے عراق، افغانستان اور کشمیر کے مسلمانوں سے یکجہتی کا اظہار کیا اور انھیں اپنی اخلاقی مدد، انسانی ہمدردی اور مذہبی تعاون کا بھرپور یقین دلاتے ہوئے بیک آواز مطالبہ کیا کہ عالمی قوتیں ان خطوں کے انسانوں کو محض مسلمان ہونے کے جرم میں قتل و غارت گری کا نشانہ بنانے سے گریز کریں اور دوسری اقوام کو انسانی حقوق کی خلاف ورزی کرنے کا طعنہ دینے کی بجائے مسلمانوں سے اپنے ظالمانہ اور وحشیانہ طرزِ سلوک کے رسوا رکھے جانے پر اپنے گریبانوں میں جھانکیں اور مسلم کش پالیسیوں کے بجائے حقائق کا ادراک کرتے ہوئے ان علاقوں کے مسلمانوں کو اپنی مرضی سے جینے کا حق دیا جائے۔ وگرنہ بصورتِ دیگر مسلمانوں کی جاری مزاحمت امریکہ اور اس کے اتحادیوں کو سابق سوویت یونین کے عبرتناک انجام سے دوچار کرنے کا باعث بنے گی۔

☆ قادیانیوں کو کلمہ طیبہ، اسلامی علامات اور شعائر اسلامی استعمال کرنے سے قانوناً روکا جائے۔

☆ قادیانی رسائل و جرائد پر پابندی اور پریس سربمہر کر دیئے جائیں۔

☆ اہم کلیدی عہدوں پر مسلط قادیانیوں کو ہٹایا جائے۔

☆ ملک میں امتناعِ قادیانیت ایکٹ پر سختی سے عمل درآمد کرایا جائے۔

☆ پولیس چوکی چناب نگر کی عمارت فوراً تعمیر کی جائے۔

☆ چنیوٹ کو ضلع بنایا جائے۔

☆ مسجد سے مشابہہ قادیانی عبادت گاہوں کو مسمار کیا جائے۔

☆ دہشت گردی پر قابو پانے کے لیے قادیانی جماعت اور اس کی ذیلی تنظیموں کو خلافِ قانون قرار دیا جائے۔

☆ ردّ قادیانیت پر شائع ہونے والی کتب پر پابندی ختم کی جائے۔

☆ مرتد کی شرعی سزا نافذ کی جائے۔

☆ دکھی انسانیت کی حقیقی خدمت کرنے والے فلاحی اور رفاہی ادارے الرشید اور الاختر ٹرسٹ پر اقوام متحدہ کی قرارداد کی روشنی میں عائد کی گئی پابندی ختم کی جائے۔

☆ بڑھتی ہوئی مہنگائی پر قابو پا کر ذخیرہ اندوزوں اور عوام کا خون چوسنے والے افراد اور اداروں کا احتساب کیا جائے۔

☆ جشن بہاراں کے نام پر ملک میں بڑھتی ہوئی فحاشی و عریانی کو بند کیا جائے۔

☆ ایجنسیوں کے ذریعے اغوا کیے گئے افراد کو بازیاب کرایا جائے۔

☆ محسن پاکستان ڈاکٹر عبدالقدیر خان کو رہا کیا جائے اور اُن کی کردار کشی بند کی جائے اور ایٹمی راز فاش کرنے والوں کا محاسبہ کیا جائے۔

☆ جسٹس افتخار محمد چودھری کی نظر بندی ختم کر کے ان کا کیس ان کے مطالبے کے مطابق کھلی عدالت میں چلایا جائے تاکہ عدلیہ کا وقار برقرار رہے۔

☆ عدلیہ کی آزادی اور انصاف کی بحالی کے لیے پاکستان بھر کے وکلاء کو تاریخ ساز جدوجہد پر سلام پیش کرتے ہیں اور مطالبہ کرتے ہیں کہ آئین کی بالادستی قائم کی جائے۔

☆ اسلامی نظریاتی کونسل کی سفارشات کو عملی شکل دی جائے۔

☆ ملک میں روز افزوں لاقانونیت، بدامنی، دہشت گردی پر قابو پا کر وطن دشمن عناصر کی سرکوبی کی جائے۔

☆ امریکی مفادات کی خاطر ملک کی سلامتی داؤ پر نہ لگائی جائے۔

☆ نصاب میں عقیدۂ ختم نبوت اور شانِ صحابہ رضی اللہ عنہم کے ابواب بھی شامل کیے جائیں اور اسلامی ابواب کے اخراج کا فیصلہ واپس لیا جائے۔

☆ کانفرنس میں ٹی وی چینلز کو مانیٹر کرنے والے ادارے ''پیمرا'' سے پرزور مطالبہ کیا گیا کہ وہ M.T.A (قادیانی ٹی وی چینل) کی نشریات کو بند کرائے۔

☆ کانفرنس میں چناب نگر کے اردگرد کئی گنا زیادہ بھاؤ کے ساتھ قادیانی جماعت اور اس کی متعدد ذیلی تنظیموں کے لیے وسیع زمینیں خریدنے پر تشویش کا اظہار کیا گیا اور مستقبل کے حوالے سے اسے انتہائی خطرناک قرار دیا گیا اور کہا گیا کہ یہ اسرائیل کی طرز پر مہنگے داموں رقبے خرید کر مرزائی کوئی خطرناک کھیل کھیلنا چاہتے ہیں۔ لہٰذا اعلیٰ سطح پر اس کا نوٹس لیا جائے۔

☆☆☆

رحیم یار خان: مجلس احرار اسلام رحیم یار خان کے رہنما حافظ عبدالرحیم نیاز چوہان نے کہا ہے کہ قادیانی جہاد اور ختم نبوت کے منکر اور توہین ناموسِ رسالت (صلی اللہ علیہ وسلم) کے مجرم ہیں۔ مجلس احرار اسلام قادیانیوں کے خلاف اپنی جدوجہد کو آخری دم تک جاری رکھے گی۔ وہ مسجد ختم نبوت رحیم یار خان میں شہداء ختم نبوت ۱۹۵۳ء کی یاد میں مجلس احرار اسلام رحیم یار خان کی طرف سے ہونے والے ایک اجتماع سے خطاب کر رہے تھے۔ انھوں نے کہا کہ امیر شریعت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمتہ اللہ علیہ اگر قادیانیوں کا تعاقب نہ کرتے تو آج قادیانی پاکستان کے اندر مسلمانوں کو جینے کا حق بھی نہ دیتے۔ انھوں نے کہا کہ شہدائے ختم نبوت پر جن لوگوں نے گولیاں چلائی تھیں آج ان لوگوں کا نام ونشاں بھی نہیں ہے اور اس کے برعکس شہداء ختم نبوت کا آج تک نام زندہ ہے اور قیامت تک زندہ رہے گا۔ انھوں نے کہا کہ اس وقت کی مسلم لیگی حکومت کا دامن ۱۹۵۳ء کے شہدائے ختم نبوت کے خونِ بے گناہی سے داغدار ہے۔ دس ہزار ختم نبوت کے پروانوں کو گولیوں کا نشانہ بنایا گیا۔ عقیدہ ختم نبوت کی حفاظت ہمارے ایمان کا حصہ ہے۔ اس فرض کی ادائیگی کے لیے ہم اپنی جانیں بھی قربان کر دیں گے۔ جب تک احرار کارکن زندہ ہیں امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ، جانشین امیر شریعت مولانا سید ابوذر بخاری، محسن احرار سید عطاء المحسن بخاریؒ کا مشن زندہ رہے گا۔ اس اجتماع میں مولانا فقیر اللہ رحمانی ناظم نشریات مجلس احرار اسلام ضلع رحیم یار خان سمیت دیگر احرار کارکن بھی موجود تھے۔

تحفظ ختم نبوت کانفرنس بہاول پور:

۲۸ رمارچ کو بعد نمازِ عشاء جامع مسجد مدنی بیرون شکار پوری گیٹ بہاول پور میں سالانہ تحفظ ختم نبوت کانفرنس منعقد ہوئی۔ مولانا عبدالعزیز و اراکین مجلس احرار اسلام بہاول پور کی دعوت پر کثیر تعداد میں لوگوں نے شرکت کی۔ کانفرنس سے سید محمد کفیل بخاری نے ڈیڑھ گھنٹہ تفصیلی خطاب کیا۔

تحفظ ختم نبوت کانفرنس جھنگ:

۴؍اپریل ۲۰۰۷ء بعد نمازِ عشاء جامع مسجد قطب الدین جھنگ صدر میں مجلس احرار اسلام کے زیر اہتمام تحفظ ختم نبوت کانفرنس منعقد ہوئی۔ جس میں سید محمد کفیل بخاری، عبداللطیف خالد چیمہ، مولانا محمد مغیرہ، قاری محمد یوسف احرار، مولانا عبدالغفار رنکیانہ سیال، قاری محمد اصغر عثمانی اور دیگر حضرات نے خطاب کیا۔ مقررین نے مسئلہ ختم نبوت، امتِ مسلمہ کے خلاف قادیانی سازشوں اور موجودہ حالات میں دینی جماعتوں کی ذمہ داریوں کے عنوانات پر خطاب کیا۔

تحفظ ختم نبوت کانفرنس میلسی:

۱۱؍اپریل ۲۰۰۷ء مسجد مائی والی میلسی شہر میں بعد نمازِ عشاء سالانہ تحفظ ختم نبوت کانفرنس منعقد ہوئی۔ جس میں قائدِ احرار ابن امیر شریعت حضرت پیر جی سید عطاء المہیمن بخاری مدظلہ نے خطاب فرمایا۔ اور مولانا قاری محمد رمضان صاحب نے کانفرنس کی غرض وغایت بیان کی۔ حافظ محمد اکرم احرار نے ہدیہ نعت پیش کیا۔ حضرت پیر جی مدظلہ نے قرآن وحدیث کی روشنی میں ’’عقیدۂ ختم نبوت اور مسلمانوں کی ذمہ داریاں‘‘ کے عنوان پر نہایت تفصیلی خطاب فرمایا۔

تحفظ ختم نبوت کانفرنس کرم پور:

۱۱؍اپریل بعد نمازِ ظہر مدرسہ ختم نبوت کرم پور تحصیل میلسی میں مجلس احرار اسلام کے زیر اہتمام ختم نبوت کانفرنس منعقد ہوئی۔ جس میں سید محمد کفیل بخاری اور دیگر علماء نے خطاب کیا۔ مدرسہ کے منتظم قاری عبدالعزیز نے تلاوت کی۔ کانفرنس میں علاقہ بھر سے کثیر تعداد میں لوگوں نے شرکت کی۔

تحفظ ختم نبوت کانفرنس میراں پور:

۱۱؍اپریل بعد نمازِ ظہر مدرسہ معمورہ میراں پور تحصیل میلسی میں مجلس احرار اسلام کے زیر اہتمام تحفظ ختم نبوت کانفرنس منعقد ہوئی۔ جس میں مدرسہ معمورہ دار بنی ہاشم ملتان کے درجہ کتب کے استاد مولانا حافظ محمد اکمل نے خطاب کیا۔ جب کہ حافظ محمد اکرم احرار نے ہدیہ نعت ونظم پیش کیا۔

تحفظ ختم نبوت کانفرنس ناگڑیاں:

۱۴؍اپریل کو مدرسہ محمودیہ معمورہ ناگڑیاں ضلع گجرات میں سالانہ تحفظ ختم نبوت کانفرنس جناب سید یونس الحسنی دامت برکاتہم کی صدارت میں منعقد ہوئی۔ واضح رہے کہ یہ حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمہ اللہ کا آبائی گاؤں ہے۔ آپ کے والد ماجد حضرت حافظ سید ضیاء الدین بخاری رحمتہ اللہ علیہ کا مزار بھی اسی گاؤں میں ہے۔ مدرسہ محمودیہ کے استاد اور مجلس احرار اسلام گجرات کے امیر حافظ محمد ضیاء اللہ صاحب کی دعوت پر علاقہ بھر کے علماء کرام، مجلس احرار اسلام کے کارکن اور عوام نے کثیر تعداد میں شرکت کی۔ آخری خطاب مجلس احرار اسلام کے ڈپٹی سیکرٹری جنرل سید محمد کفیل بخاری نے کیا جو رات گئے تک اختتام پذیر ہوا۔ کانفرنس سے قاری محمد اصغر عثمانی (جھنگ)، قاری محمد یوسف احرار (لاہور)، میاں محمد اویس (لاہور)، مولانا محمد عارف (گوجرانوالہ)، مولانا محمد الیاس، مولانا عنایت اللہ (گجرات)، مولانا محمد عابد (ناگڑیاں) اور دیگر حضرات نے خطاب کیا۔

ادارہ

مسافرینِ آخرت

● **شیخ بشیر احمد مرحوم:** مجلس احرار اسلام ملتان کے صدر شیخ بشیر احمد نور محلی ۶/اپریل ۲۰۰۷ء کو اچانک انتقال کر گئے۔ مرحوم گزشتہ پینتالیس سال سے مجلس احرار اسلام سے وابستہ تھے۔ مولانا سید عطاء المحسن بخاری رحمتہ اللہ علیہ کے خاص اور پیارے دوستوں میں سے تھے۔ انھوں نے جانشین امیر شریعت حضرت مولانا سید ابوذر بخاری رحمہ اللہ کے دروس قرآن اور سیکڑوں خطبات سنے جس کے نتیجے میں اُن کی زندگی میں دینی انقلاب آیا۔ وہ ایک متشرع شکل وصورت والے صوم وصلوٰۃ کے پابند مسلمان بن گئے۔ انھوں نے مجلس احرار اسلام اور خاندانِ امیر شریعت سے وفا کی لازوال مثال قائم کی۔ وہ گزشتہ پچیس برس سے مجلس احرار اسلام کی مرکزی مجلس شوریٰ کے رکن تھے۔ اُن کی نمازِ جنازہ قائدِ احرار حضرت پیر جی سید عطاء المہیمن بخاری نے ۷/اپریل ۲۰۰۷ء کو عیدگاہ ملتان میں پڑھائی۔ سید محمد کفیل بخاری، سید محمد معاویہ بخاری، احرار کارکنوں اور شہریوں کی کثیر تعداد نے شرکت کی اور اشکبار آنکھوں سے انھیں سپردِ خاک کیا۔ اللہ تعالیٰ اُن کی مغفرت فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطاء فرمائے۔ (آمین)

● **اہلیہ مرحومہ، مولانا محمد شفیعؒ:** مدرسہ سراج العلوم جھنگ روڈ کبیر والہ کے بانی مولانا محمد شفیع رحمۃ اللہ علیہ کی اہلیہ اور مدرسہ کے موجودہ مہتمم مولانا عطاء الحق قاسمی کی والدہ صاحبہ کبیر والہ میں انتقال کر گئیں۔ مرحومہ بہت صابرہ اور ہمت والی خاتون تھیں۔ انہوں نے اپنے خاوند اور دونو جوان بیٹوں (مولانا محمد معاویہ اور قاری محمد زبیر) کی وفات کے بعد بھی صبر کا دامن تھامے رکھا۔

ابن امیر شریعت حضرت پیر جی سید عطاء المہیمن بخاری، مدیر نقیب ختم نبوت سید محمد کفیل بخاری اور رکن ادارہ محمد یوسف شاد نے مرحومہ کے فرزندان مولانا عطاء الحق قاسمی، امجد زکریا، حسنین حیدر، محمد عمر فاروق اور تمام پسماندگان سے دلی ہمدردی کا اظہار کیا ہے۔ اور مرحومہ کے لیے دعاء مغفرت کی ہے۔

● مدرسہ معمورہ دارِ بنی ہاشم ملتان کے درجہ کتب کے استاد مولانا محمد فواد صاحب کے والد محترم ملک رحیم بخش ۲۰/اپریل ۲۰۰۷ء بروز جمعہ بستی مراد پور، شہر سلطان میں انتقال کر گئے۔

● اہلیہ مرحومہ، مولانا عبدالرشید انصاری (مدیر ماہنامہ ”نورٌ علیٰ نور“ کراچی)

● چیچہ وطنی میں ہمارے دیرینہ ساتھی چودھری محمد اشرف چک نمبر ۱۲۔۳۵، ایل کے والد گرامی چودھری محمد مختار (انتقال: ۳۱/مارچ ۲۰۰۷ء)

● ماہنامہ ”نقیب ختم نبوت“ کے سرکولیشن منیجر محمد یوسف شاد کے چچازاد بھائی غلام قاسم (سعودی عرب ٹاور حادثے میں جاں بحق ہو گئے)

● خوش دامن مرحومہ، صوفی رب نواز (گڑھا موڑ، میلسی۔ ۴/اپریل ۲۰۰۷ء)

● خوش دامن مرحومہ، ملک غلام رسول (بیٹ میر ہزار، مظفر گڑھ) ● دختر مرحومہ، شیخ محمد یونس مرحوم (ملتان)

● جامعہ محی الاسلام عثمانی اوکاڑہ کے مہتمم اور جمعیت علمائے اسلام کے رہنما مولانا قاری غلام محمود انور کی اہلیہ مرحومہ (انتقال: ۱۷/اپریل ۲۰۰۷ء)

قارئین سے درخواست ہے کہ تمام مرحومین کے لیے دعاء مغفرت اور ایصالِ ثواب کا اہتمام فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ تمام مرحومین کی مغفرت اور جنت الفردوس میں جگہ عطاء فرمائے۔ نیز تمام پسماندگان کو صبر جمیل عطاء فرمائے۔ آمین! (ادارہ)

تصحیح

(الف) ماہنامہ نقیب ختم نبوت کے مارچ ۲۰۰۷ء کے شمارہ میں ایک مضمون بعنوان ''ماسٹر تاج الدین انصاریؒ'' از جناب غلام محمد نیازی میں تحریک ختم نبوت ۱۹۷۴ء کے ضمن میں سہواً ماسٹر تاج الدین انصاریؒ کا شریک ہونا لکھا گیا ہے حالانکہ حضرت ماسٹر جیؒ یکم مئی ۱۹۷۰ء کو انتقال فرما چکے تھے۔

(ب) مذکورہ شمارہ میں ''مولانا غلام غوث ہزارویؒ اور مجلس احرار اسلام'' کے عنوان سے جناب محمد عمر فاروق نے مولانا ہزارویؒ کے ماہنامہ ''تبصرہ'' لاہور میں شائع شدہ انٹرویو کا یہ اقتباس نقل کیا ہے کہ ''مولانا غلام غوث ہزاروی نے (قومی اسمبلی میں مرزا ناصر احمد قادیانی سے سوالات کرنے کے متعلق) کہا تھا کہ: ''مولانا مفتی محمود، مولانا مودودی اور ولی خان ان تین آدمیوں نے (مرزا ناصر سے) کوئی ایک سوال نہیں کیا'' (حوالہ ماہنامہ ''تبصرہ'' لاہور، مولانا ہزاروی نمبر، اپریل ۱۹۸۱ء صفحہ ۳۴)

جناب محمد عمر فاروق نے مزید تحقیق کے بعد اس انٹرویو کے اس اقتباس کو خلافِ واقعہ قرار دیتے ہوئے مدیر ماہنامہ ''نقیب ختم نبوت'' کے نام ایک خط میں وضاحت کی ہے کہ ''۱۹۷۴ء میں مولانا مودودی قومی اسمبلی کے ممبر ہی نہیں تھے۔ جبکہ خان عبدالولی خان اس وقت جیل میں تھے۔ اسمبلی کے فلور پر مولانا مفتی محمود، مولانا غلام غوث ہزاروی اور یحییٰ بختیار (بحیثیت اٹارنی جنرل) موجود تھے۔ سوال و جواب یحییٰ بختیار نے کیے۔ اُن کی معاونت مولانا شاہ احمد نورانی اور مولانا مفتی محمود رحمہم اللہ تعالیٰ نے فرمائی۔ جب کہ مولانا غلام غوث ہزارویؒ نے قادیانیوں کے متعلق اپنا ایک الگ تفصیلی مؤقف اسمبلی میں پیش کیا۔ جسے بعد ازاں شائع بھی کیا گیا تھا۔'' قارئین تصحیح فرمالیں۔ (ادارہ)

ماہانہ مجلس ذکر و اصلاحی بیان

ابن امیر شریعت حضرت پیر جی
سید عطاء المہیمن بخاری دامت برکاتہم
(امیر مجلس احرار اسلام پاکستان)

6 مئی 2007ء
اتوار بعد نماز مغرب

دفتر احرار 69/C
وحدت روڈ نیو مسلم ٹاؤن لاہور

نوٹ: ہر انگریزی ماہ کی پہلی اتوار کو بعد نمازِ مغرب مجلس ذکر و اصلاحی بیان ہوتا ہے

تحریک تحفظ ختم نبوت (شعبہ تبلیغ) مجلس احرار اسلام لاہور فون: 042-5865465

دار العلوم ختم نبوت چیچہ وطنی کے لیے مزید جگہ کی خرید

مجلس احرار اسلام چیچہ وطنی کی بڑھتی ہوئی تعلیمی تبلیغی اور دعوتی تحریکی سرگرمیوں خصوصاً تعلیم وتربیت ،نشرواشاعت ،دعوت وارشاد اور تحفظ ختم نبوت کے بڑھتے ہوئے کام کے پیش نظر دفتر احرار جامع مسجد بلاک نمبر 12 چیچہ وطنی سے متصل جنوبی جانب پونے دومرلے (لمبائی 30 فٹ چوڑائی 16 فٹ تقریباً) پر مشتمل رہائشی جگہ کا آٹھ لاکھ پینتیس ہزار روپے (-/8,35,000) میں سودا کیا گیا ہے۔

الحمدللہ 25 مارچ 2007ء کو ابتدائی رقم ادا کر دی گئی ہے اور ان شاء اللہ تعالیٰ 10 مئی 2007ء تک مکمل ادائیگی کرنی ہے۔ جملہ اہل خیر سے خصوصی تعاون کی درخواست ہے۔امید ہے کہ احباب فوری توجہ فرمائیں گے۔

نوٹ: رقم بھیجتے وقت مد کی لازماً صراحت فرمائیں۔اللہ تعالیٰ جزائے خیر سے نوازیں۔(آمین یارب العالمین)

کرنٹ اکاؤنٹ نمبر 3-1306 نیشنل بینک آف پاکستان جامع مسجد بازار چیچہ وطنی

اکاؤنٹ بنام: دار العلوم ختم نبوت بلاک نمبر 12 چیچہ وطنی پاکستان

Dar-ul-Ulloom Khat-e-Nabuwwat

Block No12, Chichawatni, Pakistan

email:ahrarkhatmenubuwwat@yahoo.com

الداعی: عبداللطیف خالد چیمہ مدیر منتظم دار العلوم ختم نبوت جامع مسجد بلاک نمبر 12 چیچہ وطنی پاکستان

0300-6939453,040-5482253

قرآن حکیم کی مختصر، جامع، آسان، عام فہم اور مستند ترین تفسیر

احسن البیان فی تفسیر القرآن

سید فضل الرحمٰن

الحمدللہ آٹھ جلدوں میں مکمل شائع ہوگئی ہے

ج ۱۔صفحات ۴۴۸		ج ۲۔صفحات ۴۰۸		ج ۳۔صفحات ۴۶۴		ج ۴۔صفحات ۴۶۴

ج ۵۔صفحات ۴۶۴		ج ۶۔صفحات ۴۷۲		ج ۷۔صفحات ۴۷۲		ج ۸۔صفحات ۵۱۲

مکمل سیٹ: ۱۶۸۰ روپے

زوار اکیڈمی پبلی کیشنز اے ۴/۱۷،ناظم آباد نمبر ۴، کراچی۔فون: ۶۶۸۴۷۹۰

ارباب فتاویٰ اور اہل علم کے لیے ایک عظیم علمی پیشکش
جامعہ فاروقیہ کراچی کی زیر نگرانی

الحمدللہ...... فتاویٰ محمودیہ مکمل
20 ضخیم جلدوں میں منظر عام پر

فقیہ الامت مفتی اعظم ہند
حضرت مولانا مفتی محمود حسن صاحب گنگوہی نور اللہ مرقدہ
کے ہزاروں فتاویٰ کا مجموعہ

فتاویٰ محمودیہ

زیر سرپرستی
شیخ الحدیث حضرت مولانا
سلیم اللہ خان صاحب زید مجدہم
رئیس جامعہ فاروقیہ کراچی

تبویب: مختلف جلدوں میں پھیلے ہوئے متفرق مسائل کو متعلقہ عنوانات کے تحت الگ الگ ابواب میں اکٹھا کردیا گیا ہے۔

تخریج: ہر مسئلہ (پہلے سے باحوالہ ہو یا بغیر حوالہ) کی امہات کتب سے تخریج کی گئی ہے اور جو حوالے پہلے سے درج ہیں، ان کی تخریج جدید مطبوعہ متداول نسخوں سے کی گئی ہے۔

تحقیق و تعلیق: اگر کہیں سوال و جواب میں موجود مخصوص صورتحال یا کسی اور سبب کی بناء پر ابہام یا اجمال ہے یا غیر مفتیٰ بہ قول پر فتویٰ دیا گیا ہے تو ان کی نشاندہی بھی حاشیہ میں کردی گئی ہے اور کتب معتبرہ و متداولہ کی روشنی میں مسئلہ کی تحقیق کرکے اس پر تعلیق تحریر کی گئی ہے۔ اس کے علاوہ مختلف فیہ مسائل میں ارباب فقہ و فتاویٰ کی آراء کو ذکر کرکے راجح قول کی تعیین بھی کی گئی ہے۔

دیگر خصوصیات

- تدوین فقہ و فتویٰ سے متعلق تفصیلی مقدمہ
- حضرت مفتی محمود حسن صاحب نور اللہ مرقدہ اور ان کے فتاویٰ کی تصدیق و تصویب کرنے والے مفتیان کرام حضرت مولانا عبد اللطیف صاحب، حضرت مولانا مفتی سعید احمد صاحب، حضرت مولانا مہدی حسن صاحب، اور حضرت مولانا مفتی نظام الدین صاحب کے تفصیلی حالات زندگی۔
- مجمل عنوانات کی وضاحت اور تسہیل
- ہندی، فارسی اور اردو کے مشکل الفاظ کے معانی
- اٹھارویں، انیسویں، بیسویں اور بقیہ تمام جلدوں کے ساتھ (جو ابھی پاکستان میں دستیاب نہیں ہیں)
- کمپیوٹر کی معیاری کتابت اور سفید معیاری کاغذ
- لیمینیشن، مضبوط جلد، اضافی پلاسٹک کور کے ساتھ
- امپورٹڈ، مضبوط، لیمینیشن کے ساتھ خوب صورت کارٹن میں

فوری رابطہ کے لیے:
ادارہ الفاروق کراچی
جامعہ فاروقیہ، شاہ فیصل کالونی نمبر 4، کراچی، پاکستان پوسٹ کوڈ نمبر 75230

TEL:+92-21-4599167 - 4599168 FAX: 4571525 Email: info@farooqia.com

CLASSIC-A

رُوح افزا
مشروبِ مشرق
جب چھوٹی چھوٹی باتیں کردیں موڈ خراب
اور آنے لگے غصہ، ایسے میں رُوح افزا
مزاج میں لائے ٹھنڈک اور مٹھاس۔
پیو ٹھنڈا ٹھنڈا،
بولو میٹھا میٹھا!
PAKISTAN
SHARBAT
ROOH AFZA
ہمدرد
SGS
ہمدرد لیباریٹریز (وقف) پاکستان
ISO 9001: 2000 CERTIFIED
www.hamdard.com.pk

بیاد
مجدد بنی ہاشم سیدنا عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ
امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ

مدرسہ معمورہ

بانی
سیّد عطاء المحسن بخاری رحمۃ اللہ علیہ

قائم شدہ
28 نومبر 1961ء

دارِ بنی ہاشم مہربان کالونی ملتان

- دارالقرآن
- دارالحدیث
- دارالمطالعہ
- دارالاقامہ

کی تعمیر میں حصہ لیں

الحمدللہ

مدرسہ معمورہ اپنے تعلیمی وفکری سفر پر گامزن ہے اور تسلسل کے ساتھ ترقی کر رہا ہے۔ طلباء کے لیے مدرسہ معمورہ اور طالبات کے لیے جامعہ بستانِ عائشہ میں حفظ وناظرہ قرآن، درسِ نظامی اور پرائمری شعبوں میں تعلیم جاری ہے۔

2004ء میں مدرسہ سے ملحق ایک مکان خریدا گیا جس میں اب دارالقرآن، دارالحدیث اور دارالمطالعہ کی تعمیر شروع کی جارہی ہے۔ احباب سے اپیل ہے کہ حسبِ سابق نقد وسامانِ تعمیر دونوں صورتوں میں تعاون فرما کر اجر حاصل کریں۔

ترسیلِ زر

بذریعہ بینک: چیک یا ڈرافٹ بنام سید محمد کفیل بخاری مدرسہ معمورہ
کرنٹ اکاؤنٹ نمبر 2-3017 یو بی ایل کچہری روڈ ملتان
بذریعہ آن لائن: 2-3017-010 بینک کوڈ: 0165
061-4511961

الداعی الی الخیر
ابن امیر شریعت سید عطاء المہیمن بخاری
امیر
مجلس احرار اسلام
پاکستان

Designed by 0321-6358191